Volume X
No. 21

S.P.-X-21-76 (E)
250

THE SENATE OF PAKISTAN

DEBATES

Official Report

Friday, the 24th December, 1976

(Session 1976)

CONTENTS

		Pages
Resolution Re :	Setting up of a Committee to enquire into causes of damage to Tarbela Dam Tunnels No. 3 & 4—**withdrawn**	1
Resolution Re :	Total prohibition in official functions of all drinks and food articles which are 'Haram' according to Islam—**Referred**	2
Motion Re :	Consideration of the report of the National Finance Commission—**Talked out.**	3

PRINTED BY RABAT PRINTERS LTD. 8, LINK MCLEOD ROAD, LAHORE
PUBLISHED BY THE MANAGER OF PUBLICATIONS, KARACHI
Price Paisa 50 :

SENATE DEBATES

SENATE OF PAKISTAN

Friday, December 24, 1976

The Senate of Pakistan met in the Senate Chamber, (State Bank Building), Islamabad, at ten of the clock in the morning, Mr. Chairman (Mr. Habibullah Khan) in the Chair.

Recitation from the Holy Qura'n

RESOLUTION RE: SETTING UP OF A COMMITTEE TO INQUIRE INTO CAUSES OF DAMAGE TO TARBELA DAM TUNNELS NO: 3 AND 4

Mr. Chairman: Now, this is your resolution Khawaja Sahib. Had it been moved formally in the past in some sitting?

(No reply)

Mr. Chairman: Anyway, it appears that it has been moved formally, and we have only to start discussion.

خواجہ محمد صفدر (قائد اختلاف) : سر! میں اس پر بحث نہیں کروں گا ، کیونکہ اس کے لیے جوائینٹ سٹنگ میں ایک کمیٹی بن چکی ہے اور اب تربیلا کے لیے ایک اور کمیٹی بنانا مناسب نہیں ہوگا لیکن چونکہ میں نے یہ تحریک ایوان میں پیش کر دی ہوئی ہے اور یہ اب اس ایوان کی ملکیت ہے اور اب میں اس ایوان کی اجازت کے بغیر اس کو واپس نہین لے سکتا تو میں آپ کی وساطت سے ایوان سے درخواست کروں گا کہ مجھے یہ تحریک واپس لینے کی اجازت دی جائے۔

Mr. Chairman: Yes, this is a request from Khawaja Mohammad Safdar. He wants that this resolution may be withdrawn with the permission of the House. Does the House permit him to withdraw his resolution? Should the resolution be withdrawn?

(*Permission was granted*)

Mr. Chairman: So, the resolution stands withdrawn. Now, the next.

RESOLUTION RE: TOTAL PROHIBITION IN OFFICIAL FUNCTIONS OF ALL DRINKS AND FOOD ARTICLES WHICH ARE 'HARAM' ACCORDING TO ISLAM

جناب چیرمین : اس کا ایک علاج آسان ہے اور آپ نے بعض لوگوں کو یہ کہتے سنا ہوگا کہ لوگوں کو نصیحت کرنے کی بجائے بہتر طریقہ یہ ہے کہ انسان پہلے خود اس پر عمل کرے اور جب وہ خود عمل کرے گا تو وہ برائی نہیں پھیلے گی - اور بجائے اس کے کہ وہ لوگوں کو کہے اور وہاں سے شروع کرے - اگر وہ خود سموک کرتا ہے تو وہ پہلے خود چھوڑ دے -

خواجہ محمد صفدر : اگر لاء منسٹر صاحب یہاں موجود ہوتے تو میں بھی ان سے یہی کہنے والا تھا کہ دوسروں کو کہنے کی بجائے خود اس چیز کا احتساب کریں جو حرام ہیں -

رانا محمد حنیف (وزیر خزانہ) : میں نے عرض کیا ہے کہ اس میں کچھ ترمیم کرلیں کیونکہ ابھی جو آیات پڑھی گئی ہیں ان کی روشنی میں اس میں میرے خیال میں وہ چیزیں خاص طور پر شامل کر دیں جو حرام ہیں اور بعض چیزیں ایسی ہیں کہ فرض کرو کہ ڈاکٹر نے کسی کو وہ چیز استعمال کرنے کے لیے کہا ہو -

خواجہ محمد صفدر : رانا صاحب ! آج معلوم ہوا کہ کئی چیزیں آپ کی صحت کے لیے مفید ہیں -

رانا محمد حنیف : وہ اس میں شامل کر دیں -

Mr. Chairman: So, it should be postponed, I think, as the Minister is not present.

خواجہ محمد صفدر : بجا فرمایا ہے اسے اگلے جمعے کو ٹیک اپ کر لیا جائے -

Mr. Chairman: All right. It is deferred to next Private Members' Day as the Minister is away. Now, the next.

MOTION RE : CONSIDERATION OF THE REPORT OF THE NATIONAL FINANCE COMMISSION

خواجہ محمد صفدر : جناب چیئرمین ! آئیٹم نمبر چار پیش کر دیا ہوا ہے اب اس پر بحث ہونے والی ہے اگر آپ اجازت دیں تو میں بحث کا آغاز کروں ۔

Mr. Chairman : Who is the Minister concerned ?

خواجہ محمد صفدر : فنانس منسٹر صاحب تشریف فرما ہیں اور یہ ان کا سبجیکٹ ہے ۔

جناب چیر مین : اگر آپ نے موو کیا ہوا ہے تو آپ ڈسکشن شروع کریں ۔

خواجہ محمد صفدر : جناب چیئرمین ! یہ فنانس کمیشن جو کہ ہمارے دستور کے تحت بنایا جاتا ہے ، اس نے یہ سفارشات حکومت کے سامنے پیش کی تھیں جن میں سے میں کچھ سفارشات پڑھے دیتا ہوں کیونکہ وہ سفارشات زیر بحث آنے والی ہیں :

"2. The National Finance Commission concluded its deliberations in June, 1975 and in a unanimous report submitted by its Chairman to the Prime Minister, made the following recommendations on its terms of reference :—

(a) THE DISTRIBUTION BETWEEN THE FEDERATION AND THE PROVINCES OF THE NET PROCEEDS OF SHARABLE FEDERAL TAXES

(1) The Provinces should be allocated eighty per cent of the net proceeds of Sharable Federal taxes, namely :—

(i) expert duties on cotton ;

(ii) taxes on sales and purchases ; and

(iii) taxes on income, including corporation tax, but not including taxes on remuneration paid out of the Federal Consolidated Fund.

(2) The share of the Provinces in the aforesaid divisible pool of 80% of net proceeds should be according to the percentage of their respective population, namely :—

Punjab..............	60.25%
Sind...	32.50%

North West Frontier Province..........................13.39%

Baluchistan...3.86%

Total 100

(b) THE MAKING OF GRANTS-IN-AID BY THE FEDERAL GOVERNMENT TO THE PROVINCIAL GOVERNMENTS :-

(i) In addition to their share in the divisible pool of net proceeds of sharable Federal taxes determined as aforeeaid, Baluchistan and the North West Frontier Province should be made a fixed subvention by the Federal Government in the following amount, namely :—

Baluchistan............... Rs. five crores
North West Frontier Province ....Rs. ten crores

(ii) Grants-in-aid by the Federal Government to the Provincial Governments for the maintenance of roads of national importance and national highways should be on equal cost basis.

سر ! یہ بنیاد ہے جس پر میں بحث کرنے والا ہوں جناب چیئرمین ! آخر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ اپنے وفاقی محاصل میں سے صوبہ جات کو کیوں حصہ دے اور اس کی بنیاد کیا ہے اور اس کے پیچھے فلسفہ کیا ہے ؟ جناب چیئرمین ! صورت حال یہ ہے کہ ہمارے ملک میں صوبہ جات ایک خاص حد کے اندر ٹیکس عاید کر سکتے ہیں اور باقی تمام میدان فیڈرل گورنمنٹ کے لیے وسیع ہے اور دستور کے مطابق صوبہ جات بعض ٹیکس نہیں لگا سکتے اور اسی طرح دستور کے مطابق وفاقی حکومت بھی بعض ٹیکس عاید نہیں کر سکتی ہے اور جو تقسیم کی ہوئی ہے اس سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ صوبائی ٹیکس جامد ہیں۔ ان میں لچک نہیں ہے۔ ان میں بڑھوتی کے امکانات بہت کم ہیں۔ ان میں اضافہ ہونا بہت مشکل ہے ماسوائے اس کے کہ ان کے نرخ یا شرح بڑھا دی جائے۔ اس کے برعکس وفاقی ٹیکسز کے اندر لچک موجود ہے۔ یہ لچک انہیرنٹ ہے۔ ان کی شرح نہ بھی بڑھائی جائے تو اگر ملکی حالات بہتر ہوں تو از خود ان ٹیکسز کی آمدنی بڑھ جاتی ہے۔ مثال کے طور پر انکم ٹیکس کو لے لیجئے۔ انکم ٹیکس کی شرح نہ بھی بڑھائیں لیکن اگر حالات ایسے ہوں کہ عام آدمی کی آمدنی میں اضافہ ہو تو ظاہر ہے کہ انکم ٹیکس کی آمدنی بھی زیادہ ہوگی۔ اسی طور پر اگر ہم برآمدی ٹیکس بھی نہ لگائیں اور ہماری برآمدات میں اضافہ ہو تو برآمدات میں اضافے سے برآمدی ٹیکس کی آمدنی بھی بڑھ جائے گی۔

اگر ایکسائز ڈیوٹی نہ بھی بڑھائی جائے اور کارخانوں کی پیداوار بڑھ جائے تو ایکسائز ڈیوٹی کی آمدنی میں بھی اضافہ ہو جائے گا ۔ علیٰ ھذاالقیاس وفاقی حکومت پر دستور کے تحت یہ لازم ہے کیونکہ صوبائی خود مختاری ہر وفاقی دستور میں ہوتی ہے ۔ ہمارے یہاں دستور میں بھی صوبائی خود مختاری کی ضمانت موجود ہے ۔ تو سیاسی خود مختاری اس وقت تک نا قابل عمل ہے جب تک کہ اقتصادی طور پر خود مختاری نہ ہو یعنی صوبہ جات اپنے اخراجات کو اپنی آمدنی سے پورا کرنے کے قابل نہ ہوں ۔ اس وقت تک ان کو خود اختیاری یا صوبائی خود مختاری دینا بے معنی ہوگا ۔ اس فلسفے کی بنیاد پر کہ صوبوں کے ٹیکسز بے لچک ہیں جامد ہیں سٹیٹک ہیں ۔ اور اس کے برعکس مرکز اور وفاق کے ٹیکسز لچکدار ہیں ان میں اضافہ کا ہر وقت امکان ہے ۔ اس بناء پر آج سے کم و بیش چالیس سال قبل اس بر صغیر میں یہ فیصلہ ہوا تھا کہ صوبہ جات کا حصہ مرکزی ٹیکسز میں مقرر کیا جائے ورنہ صوبہ جات اپنے اخراجات کو پورا نہیں کر سکتے ۔

اس بات کے پیش نظر سب سے پہلے ۱۹۳۶ء میں ۱۹۳۵ء کے ایکٹ کے تحت ، گورنمنٹ آف انڈیا کے تحت یہ فیصلہ ہوا کہ ایک کمیشن بٹھایا جائے اور وہ مرکزی محاصل کی تقسیم کے لیے سفارشات پیش کرے ۔ اس کمیشن کا نام اس کے چیئرمین کے نام پر سر آٹونیمیر تھا ۔ ان کی ۱۹۳۷ء کی رپورٹ پر انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس کو قابل تقسیم گردانا گیا اور ان میں سے صوبوں کو معمولی سا حصہ یعنی پینتالیس فیصدی دینا قرار پایا ۔ یہ صورت حال تھی جب کہ پاکستان معرض وجود میں آیا ۔ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد صوبہ جات نے کہا کہ ہمارے اخراجات تو پورے نہیں ہوتے ۔ ہماری آمدنیاں کم ہیں اس لیے مرکز کو چاہئے کہ یہ جو طریقہ کار سر آٹو نیمیر کی رپورٹ کے مطابق ہے اس کے تحت ہمیں جو کچھ ملتا ہے اس میں اضافہ ہونا چاہئے ۔ اس کے تحت ۱۹۵۰ء میں سر جرمی ریز مین کی سرکردگی میں جو کہ کسی زمانے میں گورنمنٹ آف انڈیا میں فنانس ممبر تھے ایک کمیشن مقرر کیا گیا اور کہا کہ وہ اس قضیہ کا فیصلہ کریں ۔ انہوں نے تمام صوبوں کے مالیات اور مرکز کے مالیات کا جائزہ لیا اور ایک رپورٹ پیش کی جس کی بنا پر ایک ایوارڈ دیا گیا ۔ اس کی سفارشات پر اس طور پر عمل ہوا کہ انکم ٹیکس کی آمدنی کا پچاس فیصدی حصہ صوبہ جات کو سیلز ٹیکس میں پچاس فیصدی حصہ صوبہ جات کا ۔ تمباکو سپاری اور چائے پر

ایکسائز ڈیوٹی اخراجات وضع کرنے کے بعد صد فی صدی صوبہ جات کے حوالے - پٹ سن پر برآمدی ڈیوٹی ۶۲۵ء۵ فیصدی مشرق پاکستان کو دی جائے - اور اس نظام پر ہمارا کام چلتا رہا تاآنکہ ۱۹۶۲ء میں ایک آئین اس ملک کے سابق صدر فیلڈ مارشل محمد ایوب خان نے اس ملک کو دیا اور اس میں یہ پروویژن رکھی گئی کہ ایک فنانس کمیشن قائم کیا جائے گا اور اس کی سفارشات پر حکومت عمل کرے گی اور پانچ سال کے بعد اس قسم کا فنانس کمیشن قائم کرکے اس کی سفارشات حاصل کی جائیں گی - ۱۹۶۲ء میں جو کمیشن قائم کیا گیا وہ اس نتیجہ پر پہنچا کہ سر جرمی ریز مین کے ایوارڈ کے مطابق صوبہ جات کو جو کچھ ملتا ہے وہ کم ہے - وہ ان کی ضروریات سے کم ہے اس لیے اس میں اضافہ کیا جائے اور انہوں نے اس طور پر یہ سفارشات کیں جو کہ قانون کی شکل میں اس ملک میں نافذ کی گئیں - انکم ٹیکس پچاس فیصدی صوبہ جات کا حصہ -

Mr. Chairman : Income tax to all the Provinces including East Pakistan.

خواجہ محمد صفدر : جی ہاں مشرق پاکستان کو بھی شامل کرکے - سیلز ٹیکس ساٹھ فیصدی صوبہ جات کا حصہ پٹ سن اور کپاس کی ڈیوٹی صد فی صدی صوبہ جات کا حصہ - پٹ سن کی برآمدی ڈیوٹی مشرق پاکستان ، اور کپاس کی برآمدی ڈیوٹی مشرقی پاکستان کا صد فی صد حصہ - سٹیٹ ڈیوٹی صد فی صد جس صوبہ سے لی جاتی ہے وہیں کی وہیں اور جائیداد ٹیکس جس کو

taxes on capital value of immovable property

کہتے ہیں وہ بھی صد فی صد صوبہ جات کو لوٹا دیا جاتا ہے - تو اس نظام کے تحت ۱۹۶۲ء سے لے کر ۱۹۶۵ء تک کام ہوتا رہا اور اسی آئین کی دفعہ کے تحت ۱۹۶۴ء میں دوبارہ کمیشن قائم کیا گیا اس کمیشن کی سفارشات کے مطابق ایک پریذیڈنشل آرڈر جاری ہوا جسے ڈسٹربیوشن آف ریوینو آرڈر ۱۹۶۵ء کہتے ہیں - اس کے تحت صوبہ جات کا حصہ انکم ٹیکس میں ۶۵ فیصری مقرر ہوا - سیلز ٹیکس کا ۶۵ فیصدی ایکسائز ڈیوٹی تمباکو سپاری اور چائے پر ، ۶۵ فیصدی پٹ سن پر ، برآمدی ڈیوٹی ۶۵ فیصدی اور اسی طرح مغربی پاکستان کو کپاس کی ڈیوٹی سٹیٹ ڈیوٹی سو فیصدی جائیداد ٹیکس صد فیصدی - یہ آئین نافذ تھا اگرچہ صدر ایوب صاحب کی حکومت ختم ہو چکی ہوئی تھی -

۱۹۷۰ء میں پھر پانچ سال کے بعد کمیشن قائم ہوا اور نیشنل فنانس کمیشن نے پھر سفارشات کی ہیں اور صدارتی آرڈر نمبر ۱۰ مجریہ ۱۹۷۱ء کے تحت مرکزی محاصل کو اس طرح تقسیم کیا گیا - انکم ٹیکس ۸۰ فیصدی صوبہ جات کا حصہ، سیلز ٹیکس ۸۰ فیصدی صوبہ جات کا حصہ، روئی پر برآمدی ڈیوٹی ۸۰ فیصدی صوبہ جات کا حصہ، تمباکو پر ایکسائز ڈیوٹی ۸۰ فیصدی صوبہ جات کا حصہ، سٹیٹ ڈیوٹی سو فیصدی صوبہ جات کا حصہ اور جائیداد ٹیکس سو فیصدی صوبہ جات کا حصہ - اور اسی زمانے میں وہ یونٹ ٹوٹ چکا تھا اور سابقہ مغربی پاکستان اور حال کا پاکستان علیحدہ علیحدہ ہو گیا تھا اور ان میں بھی تقسیم کی گئی - اسی صدارتی حکم نمبر ۱۰ کے تحت ان صوبوں کو کس تناسب سے ملے گا وہ یہ ہے پنجاب ۶۵ء۵ فیصدی، صوبہ سرحد ۱۵ء۵ فیصدی، بلوچستان ۴ء۵ فیصدی - یہ صورت حال پچھلے ایک سال تک تھی - سات مرکزی ٹیکسز کابل تقسیم تھے - اور جو شرح میں نے پہلے عرض کی ہے اس شرح کے مطابق تھے - البتہ ایک بات میں واضح کر دوں کہ کولیکشن چارجز مرکز پہلے ان سے وضع کر لیتا ہے اور پھر اس حساب سے صوبوں کو تقسیم کیا جاتا ہے کولیکشن چارجز حکومت پاکستان پہلے ان سے وضع کر لیتی ہے اور کولیکشن چارجز وضع کرنے کے بعد جو رقم بچ جاتی ہے اس کو اس شرح سے جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا صوبوں اور مرکز میں محاصل تقسیم ہوتے رہے ہیں - اور کلیکشن چارجز جو کہ آپ کی تنخواہیں وغیرہ ہیں -

رانا محمد حنیف خان : تنخواہیں وغیرہ -

خواجہ محمد صفدر : وہ تنخواہیں وغیرہ جو حکومت کا خرچ ہوتا ہے محکمانہ خرچ -

جناب چیرمین : اسٹاف فار کلیکشن مقرر ہے - وہ فیڈرل گورنمنٹ خرچ کرتی ہے -

خواجہ محمد صفدر : کسٹم کے محکمہ کا خرچ تنخواہیں وغیرہ وہ وضع کرنے کے بعد اور وہ بالکل جائز ہے - درست ہے -

Mr. Chairman : 80 per cent to all the Provinces.

اور دو جو ہیں وہ سینٹ پر سینٹ وہ میں نے نوٹ کر لیے ہیں - ۸۰ فیصدی اور

ہیں - اسٹیٹ اینڈ پراپرٹی ۱۰۰ پر سینٹ اور پھر پراونسز کے اندر on the basis of population.

خواجہ محمد صفدر : جی ہاں on the basis of population نہیں تھا - جب ۵۶ فیصد کیا گیا اس وقت پنجاب کی آبادی ۶۲ فیصد تھی لیکن اسے کم و بیش چھ فیصد کم دیا گیا ، اس پر میں گلہ نہیں کرتا - وہ میرا موضوع نہیں ہے - صرف یہ ہے کہ میں نے بتایا کہ صوبوں میں اس طرح تقسیم کیا گیا - صدارتی حکم نمبر ۱۰ کے تحت اور صوبوں کو ٹھیک ہے - کسی کو کم مل گیا - کسی کو زیادہ مل گیا -

جناب چیرمین : لیکن پرسینٹیج آف پاپولیشن نہیں تھا -

خواجہ محمد صفدر : نہیں تھا - وہ اب ہوا ہے - جس طرف میں اب آ رہا ہوں اس طرف ہے - رانا صاحب نے کہا ہے کہ گلہ دور کر دیا - میں ان لوگوں میں سے ہوں - اگرچہ میرا تعلق پنجاب سے ہے اور میں پنجاب کا نمائندہ ہوں - مجھے اس بات کا فخر ہے - لیکن مجھے اس بات کا کوئی گلہ نہیں ہے اگر پنجاب کے پاس سرمایہ ہے - یا اور کچھ ہے - اور ہمارے جو چھوٹے بھائی ہیں ان کو ضرورت ہے - تو پنجاب خوش دلی سے ان پر خرچ کرے گا -

جناب چیرمین : ایسا ہی ہونا چاہئے -

خواجہ محمد صفدر : پنجاب کے ایک ادنیٰ نمائندے کی حیثیت سے میں یہ عرض کروں گا - مجھے اس پر کوئی گلہ نہیں - اور نہ کبھی گلہ کروں گا - اگر پنجاب کے حصے میں سے اس سے زیادہ بھی کاٹ لیا جائے تو پنجاب کی طرف سے جیسا کہ میں کہہ رہا ہوں انشاءاللہ تعالیٰ کوئی پنجابی بھی ایسا گلہ نہیں کرے گا - ایسا گلہ کبھی نہیں ہوگا - اور نہ مجھے اس وقت کوئی گلہ ہے - اور میں جو اس وقت بات کرنے والا ہوں وہ چاروں صوبوں کی کرنے والا ہوں وہ بھی رانا صاحب کے سامنے عرض کروں گا - اب جناب والا ! یہ ۱۹۷۵-۷۶ء کے بعد صدارتی حکم نمبر ۱۰ مجریہ ۱۹۷۱ء جاری رہا - اور اس پر عمل ہوتا رہا اور ان چھ ٹیکسز میں سے صوبہ جات کو ، سارے صوبوں کو ، ۸۰ فیصدی ملتا رہا - سارے ٹیکسز کو ملا کر - اور دو ٹیکسز سو فیصدی ملتے رہے سارے صوبوں کو -

اب جناب چیئرمین ! یہ فنانس کمشن کی رپورٹ جس کو میں زیر بحث لا رہا ہوں - میں نے اپنی گفتگو کی ابتداء میں جو سفارشات آپ کے سامنے پیش کیں ان کے مطابق صرف تین ٹیکسز جو ہیں وہ ڈیویزیبل رہ گئے ہیں - تین ٹیکسز ایک انکم ٹیکس - دوسرا سیلز ٹیکس اور تیسرا کپاس پر برآمدی ڈیوٹی - باقی تین ٹیکسز حکومت نے اپنے پاس رکھ لیے - وہ نا قابل تقسیم قرار دیئے گئے ہیں - یہ میری شکایت ہے - یہ میرا گلہ ہے - دراصل میرے شمے کی تھم اور میری گفتگو کا مقصد یہ ہے کہ انکم ٹیکس - سیلز ٹیکس اور کاٹن پر ایکسپورٹ ڈیوٹی جو ہے - یہ ڈیویزیبل قرار دیئے گئے ہیں - اور باقی تمباکو کی اسٹیٹ ڈیوٹی - ایکسائز ڈیوٹی اور جائیداد ٹیکس - نان ٹیکسیبل یعنی کاھم یہ وفاقی حکومت کے پاس ہیں - یہ میری شکایت ہے -

جناب چیئرمین ! جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا - اور جیسا کہ میں نے گذشتہ چالیس سالہ تاریخ سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے - کہ صوبہ جات کے اخراجات پورے نہیں ہوتے تھے - اور صوبہ جات چلاتے تھے کہ ہمیں زیادہ رقم ملے اور وقتاً فوقتاً مختلف فنانس کمشنز نے یہ فیصلہ دیا کہ صوبہ جات کی ضروریات جو ہیں - وہ اشد ہیں - ضروری ہیں - اور ان کو پورا کرنے کے لیے انہوں نے نہ صرف قابل تقسیم محاصل کی تعداد میں اضافہ کیا - بلکہ جو رقوم قابل تقسم محاصل ہیں جس تناسب سے صوبہ جات کو ملتی تھیں اس میں بھی اضافہ کیا گیا - چنانچہ ۴۵ فیصد آٹو میز کے زمانے سے شروع ہوا - اور ۱۹۷۰ء میں انکم ٹیکس ۸۰ فیصد صوبہ جات کو ملتے تھے - اسی طرح سیلز ٹیکس اسی طرح ایکسائز ڈیوٹی یعنی سب کی Ratio میں بھی اضافہ ہوتا رہا - اور وہ ڈیویزیبل ٹیکسز جو ہیں ، قابل تقسیم مرکزی محاصل ، ان کی تعداد میں بھی اضافہ ہوا - اب سوال یہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ صوبہ جات کے حصے کو کم کر دیا گیا ہے وہ کون سی ضرورت ہے ؟ کیا صوبہ جات کی ضروریات کم ہو گئی ہیں یا اس کے برعکس نیشنل قومی ضروریات کے پیش نظر مرکز کی ضروریات بڑھ گئی ہیں ؟ اگر ان میں سے ایک بھی بات ہوئی ہو تو میں یہ سمجھ سکتا ہوں کہ مرکز کی ضروریات کو درجہ اولیٰ دینا چاہیئے - جیسے قومی تحفظ - قومی ترقی کی ضروریات - اللے تللے کے سے کاموں کے اخراجات کے لیے نہیں ، اور اگر صوبوں کی ضروریات کم ہو گئی ہوں اور ان کے محاصل میں آمدنی - جو ہے وہ زیادہ بڑھ گئی ہے اور ان کو ضرورت نہیں ہے - تو انہیں دینا چاہیئے -

اب جناب میں ایک مسئلے نہایت اختصار سے عرض کروں گا جناب گذشتہ چھ سال کے بجٹ اور حسابات کو دیکھیں - گذشتہ چھ سال سے ۱۹۷۰-۷۱ء سے لے کر ۱۹۷۵-۷۶ء تک کے پنجاب کے ۱۹۷۰-۷۱ء میں محاصل میں یعنی ریونیو بجٹ میں ۳.۶۳۸ کروڑ روپیہ خسارہ تھا - ۱۹۷۱-۷۲ء میں ۵۶۲ کروڑ فاضل بجٹ تھا - ۱۹۷۲-۷۳ء میں ۱۸.۴۷ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا - میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں ۱۹۷۳-۷۴ء ۳۶۶۰.۸ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا - ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۵۱۶۳۲ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا اور ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۵۸۶۷۲ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا - صوبہ سندھ کو لیجئے - صوبہ سندھ کے بجٹ کے مطابق ۱۹۷۰-۷۱ء ۶۶۱۷ کروڑ فاضل بجٹ تھا ۱۹۷۱-۷۲ء میں ۵.۰۶۸۱ کروڑ فاضل بجٹ تھا ۱۹۷۲-۷۳ء میں ۲۰۶۹.۰ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا - ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۱۰۶۰.۱ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۳۶۹۶ کروڑ فاضل بجٹ تھا اور پچھلے سال ۱۲۶۸۹ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا - اب صوبہ سرحد کو لیجیئے - ۱۹۷۰-۷۱ء میں ۸۶۷۰ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا ۱۹۷۱-۷۲ء میں ۲۶۷۰ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا ۱۹۷۲-۷۳ء میں ۲۶۲۷ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا ۱۹۷۳-۷۴ء میں ۳۶.۲ خسارے کا بجٹ تھا - ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۴۶۴۴ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا - ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۳۲۶۲۷ کروڑ خسارے کا بجٹ تھا -

جناب چیرمین : فاضل اس میں ہے ہی نہیں -

خواجہ محمد صفدر : فاضل سارے سالوں میں کوئی نہیں ، صوبہ سرحد میں ان چھ سالوں میں کوئی فاضل بجٹ نہیں - پنجاب میں گذشتہ چھ سالوں میں صرف ایک فاضل بجٹ ہے - صوبہ سندھ میں دو فاضل بجٹ ہیں - اور اب جناب صوبہ بلوچستان کو لیجیئے ۱۹۷۰-۷۱ء میں ۳۶۲۸ کروڑ خسارے کا بجٹ - ۱۹۷۱-۷۲ء میں۴۶۸۱ کروڑ خسارے کا بجٹ ۱۹۷۲-۷۳ء میں ۱۱۶۴۲ کروڑ خسارے کا بجٹ ۱۹۷۳-۷۴ء میں ۲۶۹۵ کروڑ خسارے کا بجٹ اور ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۵۶۴۶ کروڑ خسارے کا بجٹ ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۴۶۴۵ کروڑ خسارے کا بجٹ - اب میں یہ واضع کر دوں کہ یہ خسارے کے بجٹ حکومت کی طرف سے جو قابل تقسیم محاصل ہیں ان میں سے حصہ لینے کے بعد یہ خسارے کے بجٹ ہیں - وہ حصہ اس میں شمار ہے جو مرکزی ٹیکسز میں سے صوبوں کو آمدنی ہونی تھی وہ اس میں شامل ہے - اس لیے اس کے علاوہ یعنی دو صوبوں پنجاب اور سندھ کو صرف مرکزی مسائل کے ٹیکسز ملے - پنجاب اور سندھ کو ڈیویزیبل ٹیکسز

سے جو حصہ ملا - وہ اس میں شامل ہے - اس کے باوجود وہ خسارے میں ہیں - دوسرے دو صوبوں کو ان کا حصہ ڈیویزیبل ٹیکسز سے بھی ملا اور ان کی ایک سبورشن ہوتی ہے جو میں نے ابھی پڑھی - ۵ کروڑ بلوچستان کے لیے اور دس کروڑ سرحد کے لیے - وہ بھی اس میں شامل ہے - اس کے باوجود یہ خسارے کے بجٹ ہیں - جہاں تک صوبوں کی ضروریات کا تعلق ہے میں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا ہے کہ صوبوں کو اشد ضرورت ہے - میرے محترم دوست میرے بھائی محترم وزیر خزانہ نے یہ لقمہ دیا ہے - کہ یہ خسارے کون پورے کرتا ہے - ان کا بڑا معقول سوال ہے - میں اس کا جواب دیتا ہوں - جناب چیئرمین ! ۱۹۷۴-۷۵ء میں صوبوں کو ۴۹٫۹۶ کروڑ روپے مرکز کی طرف سے مالی امداد دی گئی - ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۳۳٫۷۹ کروڑ روپے مرکز نے دیئے یہ اس سوال کا جواب ہے - اور ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۵۲٫۶۸ کروڑ روپے یعنی اس مالی سال رواں میں مالی امداد کے طور پر دیئے جارہے ہیں - ان رقوم کے علاوہ جو ٹیکسوں کے ذریعے صوبائی حکومتوں کا حق بنتا ہے - ظاہر ہے وہ صوبائی حکومتیں اپنے اخراجات کو ٹیکسوں سے پورا نہیں کرتیں اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے مرکز سے لینا پڑتا ہے - میں مانتا ہوں کہ یہ اس طرح پورا ہوتا ہے لیکن جناب چیئرمین ! یہ بڑا موٹا سا مسئلہ ہے کہ وہ جو میرا حق بنتا ہے جو میری چیز ہے وہ دوسرے کی ملکیت کیوں ہو - میں مانتا ہوں کہ اس کے لینے کے لیے منت کرنا ہوگی خوشامد کرنا ہوگی کہ اس خسارے کو پورا کیا جائے - لیکن ہم اپنی جیب کے پیسے کو ساہوکار کی تجوری میں کیوں کر دیں ہم وزیر خزانہ کو ساہوکار کی تجوری ہی کہتے ہیں - میں تو کہتا ہوں کہ میری ضروریات جو ہیں اس کے لیے ہمیں دریوزہ گری کرنا پڑے ہمیں کیوں ہاتھ پھیلانے پڑیں اگرچہ میں اس میں کوئی عار محسوس نہیں کرتا - کہ صوبے مانگتے آئے ہیں - میں اس میں یقین نہیں رکھتا لیکن جب ایک اصول طے ہو گیا کہ صوبوں کے لیے مرکزی محاصل کو قابل تقسیم بنانا ہے اور وہ کون سی اخلاق بنا ہے جس کی بنیاد پر ہم تینوں ٹیکسوں کو واپس لے رہے ہیں - میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں - میں یہ مانتا ہوں کہ آپ صوبوں کی امداد کرتے ہیں - آپ روڈز بنانے کے لیے فنڈ دیتے ہیں - میں جانتا ہوں آپ تقاوی دیتے ہیں - آپ ترقیاتی کاموں کے لیے اور سیلاب وغیرہ کے لیے امداد کرتے ہیں میں یہ سب

باتیں جانتا ہوں لیکن بات وہیں آ کر ٹھہرتی ہے - کہ جب میرا حق بنتا ہے - تو یہ ساہوکار کیوں منت اور خوشامد کرواتے ہیں -

آج وژیولائیز کیا جائے - جو نظام حکومت اس طرح چل رہا ہے اور جو سیاسی جماعت مرکز میں اور صوبوں میں قابض ہے - اب تو ٹھیک ہے لیکن فرض کیجئے - کہ صوبوں میں کوئی اور سیاسی جماعت کی حکومت ہو جاتی ہے - الیکشن میں تبدیلی آ سکتی ہے - ایک صوبے میں کسی اور سیاسی جماعت کی حکومت بن جاتی ہے دوسرے میں کسی اور کی ، تیسرے میں کسی اور کی اس طرح چاروں صوبوں میں مختلف سیاسی جماعتوں کی حکومت آ جاتی ہے کیونکہ الیکشن میں تبدیلی آ سکتی ہے - اور یہ جماعتیں سیاسی طور پر اختلاف رکھتی ہیں - فرض کیجئے مسلم لیگ کی حکومت جس کا کہ کوئی چانس نہیں ہے - میں اپنی ہی مثال دیتا ہوں پولیٹیکل پارٹی کی بنا پر حکومت پنجاب میں کسی اور سیاسی جماعت کی حکومت آ جاتی ہے اور مرکز پنجاب کو پیسے نہیں دیتا کسی ذاتی عناد کی بنا پر تو اس کا مطلب یہ ہے کہ پنجاب بھوکوں مر جائے گا ترقیاتی کاموں کے علاوہ وہ افسران کی تنخواہیں بھی ادا نہیں کر سکیں گے اس لیے یہ کام کرنا ہوگا کہ یہ مرضی اور صوابدید پر نہ ہو - کہ کس کو کتنی رقم دینی ہے اور کس کو کتنی - اس میں کسی قسم کی رعایت نہ ہو - اور کسی کا کوئی حق نہ مارا جائے - میں یہ مطالبہ کرتا ہوں کہ ان تمام ٹیکسوں کو کیونکہ محترم وزیر خزانہ صاحب بہت بڑے بادشاہ ہیں - میں ان سے سوال پوچھتا ہوں کہ کیا اس طرح جھگڑا نہیں ہوگا - میں ایک مثال تمباکو کی دیتا ہوں کہ اس کی ایکسائز ڈیوٹی مختلف صوبوں سے کتنی جمع ہوتی ہے یہ سولہ سترہ کروڑ روپے ہے - میں ان کے بجٹ کے متعلق کچھ کہنا نہیں چاہتا ہوں ۱۳۸ کروڑ روپے ایکسائز ڈیوٹی سے جمع ہوتے ہیں - یہ صرف ایک مد سے ۱۳۸ کروڑ روپے ہیں جو ہم سے چھین لیے گئے ہیں - دوسری دو مدات میں ایک سیلز ٹیکس ہے - جس میں ۷۵ لاکھ روپے ہیں اور دوسرا جائیداد ٹیکس ہے اس میں سوا پانچ کروڑ روپے یہ مجموعی طور پر کم و بیش ۱۴۴ کروڑ روپے کی رقم ہے جس میں سے کم از کم ۸۰ یا زیادہ سے زیادہ ۱۰۰ فی صد صوبوں کو حصہ ملتا ہے - اس فنانس کمیشن کی رپورٹ اور پریزیڈنشل آرڈر کے تحت مرکز نے یہ چھین لیے ہیں - ۱۴۴ کروڑ میں سے کلیکشن چارجز بنا کر لیجئے تو ۱۴۰ کروڑ روپے کا صوبوں کو ہر سال نقصان

ہو رہا ہے اور اگر اس کو صوبوں کی آبادی کے تناسب کے لحاظ سے ۱۹۷۵-۷۶ء کے پریذیڈنشل آرڈر اور کمیشن کی سفارشات کے مطابق پنجاب کو ۶۰٫۲۵ فی صد سندھ کو ۲۲٫۵۰ فیصد - فرنٹیئر کو ۱۳٫۳۹ فی صد بلوچستان کو ۳٫۸۶ فیصد ملے گا اگر اس تناسب سے یہ تقسیم کیا جائے تو پنجاب کو ۶۸ کروڑ روپے ملے گا سندھ کو ۲۵ کروڑ روپے ملیں گے - سرحد کو پندرہ کروڑ روپے اور بلوچستان کو چار کروڑ روپے ملیں گے - اگر یہ رقم ان کو دے دی جائے تو جتنے خسارے کے بجٹ میں نے پڑھے ہیں یہ ماسوائے بلوچستان کے فاضل بجٹ بن جاتے ہیں اگر ان کا حصہ ان کو دے دیا جائے جو قابل تقسیم محاصل ہیں - جن پر مرکز نے قبضہ کر لیا ہے - ایک پریذیڈنشل آرڈر نمبر ۱۰ کے مطابق، پنجاب کو ۶۸ کروڑ روپے، سندھ کو ۲۵ کروڑ، سرحد پندرہ کروڑ، بلوچستان کو چار کروڑ روپے سال رواں میں ملیں گے - اس طرح یہ خسارے کے بجٹ فاضل بن جاتے ہیں - اس لیے بنیادی طور پر میں یہ مطالبہ کروں گا کہ اس بات کو ٹھنڈے دل سے سوچیں - جناب چیئرمین! مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے - میرے بھائی کے پاس اس کا کوئی جواز نہیں ہے میرے پاس اس وقت ۱۹۶۲ء کا دستور ہے - اس کی آرٹیکل ۱۴۴ کے تحت ذکر کرتے ہوئے کہا ہے کہ کون سے محاصل قابل تقسیم ہیں - اس کے سب آرٹیکل ۴ کو پڑھے دیتا ہوں :

Article 144, sub-article (4).

(4) A National Finance Commission constituted for the purposes of this clause shall make recommendations to the President with respect to :—

(a) the distribution between the Central Government and the Provincial Governments of the proceeds (after deducting the cost of their collection) of the following taxes ;—

(i) Taxes on income, including corporation tax, but not including taxes on income consisting of remuneration paid out of the Central Consolidated Fund :

(ii) Taxes on sales and purchases :

(iii) Export duty on jute and cotton, and such other export duties as may be specified by the President :

4. Such duties of excise imposed under a central law as may be specified by the President.

پانچ شقیں دی گئی ہیں - جناب والا ! میرے فاضل دوست شاید یہ بات کریں کہ صاحب ! اس میں مجبوری کہاں ہے کہ جو سابقہ دور میں قابل تقسیم تھے، اب بھی قابل تقسیم تصور کئے جائیں - اب جناب والا ! میں آپ کی خدمت میں آرٹیکل ۱۶۰-اور میں دعوے سے کہتا ہوں کہ :

Article 144 of the the Constitution of 1962 and Article 160 of the present Constitution are the same. Each word, each comma, each fullstop is absolutely verbatim the same.

وربیٹم نقل ہے - لفظاً لفظاً نقل ہے، اور میں پڑھے دیتا ہوں جناب...

جناب چیرمین : یہ ۱۹۶۲ء ہے ؟

چوھدری محمد حنیف خان : آرٹیکل ۱۶۰ -

جناب چیرمین : ۱۹۶۲ء کا ؟

خواجہ محمد صفدر : ۱۹۶۲ء کا ۱۴۴ ہے سر !

جناب چیرمین : اب آپ کون سا پڑھ رہے ہیں ؟

خواجہ محمد صفدر : میں موجودہ کانسٹی ٹیوشن پڑھ رہا ہوں - یہ ۱۹۷۳ء کا کانسٹی ٹیوشن ہے - اس کی سب آرٹیکل ۳ پڑھوں گا - آرٹیکل ۱۶۰ سب آرٹیکل ۳ :

"160. (3). The taxes referred to in paragraph (a) of clause (2) are the following taxes raised under the authority of Parliament, namely :

(i) taxes on income, including corporation tax, but not including taxes on income consisting of remuneration paid out of the Federal Consolidated Fund ; "

وہاں 'سنٹر' کا لفظ لکھا ہے، یہاں 'فیڈرل' کا -

"(ii) taxes on sales and purchase of products manufactured or consumed ;

(iii) export duty on cotton, and such other export duty as may be specified by the President ; "

وہی زبان ہے جناب، وہی الفاظ ہیں -

"(iv) such duties of excise as may be specified by the President ; and

(v) such other taxes as may be specified by the President."

اب جناب چیئرمین ! ہو سکتا ہے کہ محترم . . . . .

جناب چیئرمین : سنہ ۶۲ میں بھی یہی الفاظ ہیں ؟

خواجہ محمد صفدر : بالکل وہی الفاظ ہیں ، میں نے جو پہلے پڑھے ہیں ۔۔ بالکل وہی نقل ہے ۔ اب جناب ! آپ پیرا گراف ۴ پر غور فرمائیں :

"such duties of excise as may be specified by the President."

ایک ، اور ۵ پر :

"such other taxes as may be specified by the President."

تو یہ ایکسائز ڈیوٹی جو پیرا گراف ۴ کے تحت تھی ، وہ تمباکو کی ، اور جو ۵ میں تھی ، وہ تھی سچ ادر ڈیوٹیز ۔ دو ٹیکس پانچویں کے تحت تھے ، اور چوتھے کے تحت ایک ایکسائز ڈیوٹی ۔ ایک یہ کہتے ہیں ، اور شاید ان کا انحصار ہی اس دلیل پر ہو ، کہ صاحب ! یہ تو پریذیڈنٹ کی مرضی ہے ، کرے نہ کرے ۔ پریذیڈنٹ کو مجبور تو نہیں کیا جا سکتا ۔ ایک تو میں پہلے عرض کر چکا ہوں کہ صوبہ جات کی ضرورت کے پیش نظر ، اور مرکز کی مالی ایفلوئنس کے پیش نظر ۔ میرے پاس وقت کم ہے ، ورنہ میں آپ کو بتاتا ۔ ہر سال ، پچھلے سال سے اس سال کے مقابلے میں ریوینو بجٹ میں ہمارے ہاں ۱۴۴ کروڑ کا اضافہ ہوا ہے ۔ ۱۴۴ کروڑ کا ! تو اس لیے ، مرکز کے محاصل بڑھ رہے ہیں اور صوبوں کے کم ہو رہے ہیں ۔ مثال کے طور پر صوبوں کا آمدنی کا بنیادی اور سب سے بڑا ذریعہ مالیہ ہے ۔ اب حال ہی میں جو ریفارمز ہوئی ہیں ، ان کے تحت ساڑھے بارہ ایکڑ پر سے مالیہ معاف ہوگیا ہے اور ان کی مالیہ میں سے ، لینڈ ریونیو میں سے آمدنی کم ہو گئی ہے ، ایک تہائی سے کم ہوگئی ہے ۔ ان کی کم ہو رہی ہے ، مرکز کی بڑھ رہی ہے ۔ اس لیے چاہیئے تھا ، اخلاقاً ، اس ملک کی بہتری کے لیے ، ترقی کے لیے کہ پریذیڈنٹ صاحب ، اگر یہ ان کا اختیار بھی ہے جو کہ میں نہیں مانتا کہ یہ ان کا اختیار ہے کہ کسی ٹیکس کو روک لیں یا کسی ٹیکس کو چھوڑ دیں ۔ اس کے الفاظ ایسے ہیں کہ ان کا اختیار نہیں ہے ۔ لیکن محترم وزیر خزانہ کہیں گے کہ ان کو ایسا اختیار ہے ، اس کا جواب دے رہا ہوں ۔ مگر فرض کیجئے کہ ان کو وہ اختیار بھی تھا تو وہ صوبوں کی ضروریات کے پیش نظر ، جائز ضروریات کے پیش نظر ۔ چاروں صوبوں کے خسارے کا بجٹ ہے اور سال ہا سال سے ایسا چلا آ رہا ہے ، تو ان کو بھک منگا نہ بناتے ۔ ان کو کہتے کہ ٹھیک ہے ، جیسے

پچھلے سالوں میں چلا آ رہا ہے ، اتنی دیر سے - بلکہ کوئی نہ کوئی اور ٹیکس اس میں اضافہ کر دیتے - اور بتدریج ، میں نے عرض کیا ہے کہ ۳۷ کے بعد ۵۱ میں اضافہ ہوا ہے ، ۵۱ کے بعد ۶۲ میں اضافہ ہوا ہے ، ۶۲ کے بعد ۶۵ میں ، ۶۵ کے بعد ۷۱ میں اضافہ ہوا ہے - بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا ہے تو یہ بھی اضافہ کر دیتے - لیکن انہوں نے اس میں کمی کر دی - آپ یہ کہیں گے کہ چونکہ یہ پریذیڈنٹ کی صوابدید پر ہے ، لہذا کوئی بات نہیں - پہلی بات تو یہ ہے کہ پریذیڈنٹ صاحب از خود کوئی حکم جاری نہیں کر سکتے ، ماسوائے اس حکم کے کہ جس کی کابینہ ان کے پاس سفارش کرے - یہ ذمہ داری کیبنٹ کی ہے ، پریذیڈنٹ کی نہیں ہے - انہوں نے سفارش نہیں کی ہے - اس لیے ذمہ دار یہ ہیں ، پریذیڈنٹ صاحب ذمہدار نہیں ہیں - دوسری بات - جناب چیئرمین ! آپ اپنے سامنے ۱۹۷۳ء کے آئین کو رکھیں اور اس کے پیرا ۴ اور ۵ پر غور کریں :

"(iv) such duties of excise as may be specified by the President ; and

(v) such other taxes as may be specified by the President."

اگر یہ دو پیراگراف علیحدہ علیحدہ لکھے گئے ہیں تو ان کا مقصد یہ ہے ، ورنہ ایک ہی کافی تھا -

The word 'tax' includes all sorts of taxes including excise duty.

یہی کافی تھا - واضح طرر پر ایک ایکسائز ڈیوٹی کا اس میں ذکر کیا گیا ہے - اور آپ تو ماشاء اللہ ، ساری عمر قانون کی انٹرپریٹیشن فرماتے رہے ہیں ، بطور وکیل کے بھی اور بطور جج کے بھی - اب غور فرمائیے ، صرف آخری سے مراد ہوتا ، ایک ٹیکس ہی مراد ہوتا تو پھر ایکسائز ڈیوٹی کا علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت نہ تھی - ایکسائز ڈیوٹی کا ذکر علیحدہ کرنے کی ضرورت اس لیے پڑی کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ سچ ڈیوٹیزمیں سے کوئی نہ کوئی ایک ڈیوٹی تو پریذیڈنٹ صاحب کے لیے ضروری ہے ، وہ صوبوں میں قابل تقسیم بنائیں - کم از کم ایک - وہاں جمع کا صیغہ استعمال ہوا ہے - ڈیوٹیز استعمال ہوا ہے - تو اگر یہ نہ ہوتا ، تو پھر چوتھے پیرے کو میں ریڈنڈینٹ سمجھتا ہوں ، بے کار سمجھتا ہوں - ظاہر ہے کہ اس آئین کی تدوین کرنے اور مرتب کرنے والوں نے یہاں کوئی لفظ بے کار نہیں رکھا ہوا - پانچویں کی اس لیے ضرورت پڑی کہ ایکسائز ڈیوٹی ایک ضروری ہوگی - اس کے علاوہ پریذیڈنٹ

صاحب صوبہ جات کے لیے کسی نہ کسی اور ٹیکس میں سے حصہ مقرر کر سکتے ہیں - یہی الفاظ ۱۹۶۲ء کے آئین میں تھے - اس زمانے میں اس سے یہ مطلب اخذ کیا گیا کہ ایک ایکسائز ڈیوٹی جس کا نام ایکسائز ڈیوٹی آن ٹوباکو ہے، وہ صوبوں کے لیے ہے - یا صوبوں اور مرکز میں قابل تقسیم ہے - کوئی وجہ نہیں کہ آج چودہ سال کے بعد اس کی علیحدہ انٹرپریٹیشن ہو - ۶۲ سے ۷۵ تک یہی عمل ہوتا رہا ہے - اس کا مطلب وہی اخذ کیا جاتا رہا ہے جو میں عرض کر رہا ہوں - چودہ سال کے بعد اگر کوئی فاضل دوست آج یہ کہے کہ اس کا مطلب غلط ہے تو میں وہ ماننے کے لیے تیار نہیں ہوں - اس لیے کم از کم ایک ایکسائز ڈیوٹی، اگر تمباکو کی ایکسائز ڈیوٹی نہ تھی تو کپڑے کی ہوسکتی تھی - کپڑے کی نہیں تو کسی اور چیز کی ہوسکتی تھی - لیکن جناب صدر مجبور ہیں اس آرٹیکل ۱۶۰ کے تحت کہ وہ کم از کم ایک ایکسائز ڈیوٹی، اگر زیادہ نہیں، وہ زیادہ بھی کرسکتے ہیں، وہ صوبوں اور مرکز کے درمیان قابل تقسیم بنائیں - اور اس طرح دوسرے ٹیکس بھی بے معنی نہیں ہیں - اس کا مطلب یہ نہیں کہ نہیں بھی کریں گے - نہیں، وہاں کم از کم ایک دو چار ایسے ٹیکس ہوں گے - صاحب صدر اس آرٹیکل کے تحت مجبور ہیں کہ وہ قابل تقسیم ان کو اسپیسیفائی کریں کہ یہ قابل تقسیم ہوں گے - گذشتہ چودہ سال سے اسٹیٹ ڈیوٹی اور ویلتھ ٹیکس تھے - وہ کوئی دو اور ٹیکس کرسکتے ہیں - وہ چار ٹیکس اور کرسکتے تھے - یہ نہ سہی، کوئی اور ٹیکس کرسکتے تھے - لیکن بالکل اس کو حذف کر دینا، یہ میرا خیال ہے، نہ صاحب صدر کے اختیار میں ہے - آئینی طور پر، دستوری طور پر وہ ان کے اختیار سے باہر ہے اور نہ اخلاقی طور پر اس وزارت کو اختیار حاصل ہے کہ وہ صوبہ جات کی ضروریات کو نظر انداز کرنے اور ان کو ضرورت کے لیے - بھیک مانگنی پڑے - اپنے ملازمین کی تنخواہوں کے لیے بھی وہ مرکزی حکومت کے پاس دوڑتی پھریں - ان کی منتیں کرتی پھریں، ان کی خوشامدیں کرتی پھریں - جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ آج ہم ایک ایسے نظام اور ایسے دور سے گزر رہے ہیں کہ جس میں اس وقت پانچوں حکومتیں ایک ہی پارٹی کی ہیں - میں کانپ جاتا ہوں کہ جب میں سوچتا ہوں جمہوری ارتقاء کے متعلق، کہ اگر مختلف صوبوں میں اور مرکز میں مختلف حکومتیں ہوں تو آپ تو انٹرپریٹیشن کرکے ان تمام صوبوں کا گلہ گھونٹ دیں گے اگر آپ لوگوں میں بے چینی، بغض، عناد، تعصب، علاقائی اور گروہی تعصب کے جذبات کو فروغ دینا چاہتے ہیں تو یقیناً دوسرے ٹیکسز کو بھی لے لیجئے مرکز کے پاس سب کچھ ہی رہے -

جناب چیئرمین ! میں عرض کرتا ہوں کہ مکرم وزیر اعظم صاحب کی تقاریر آن ریکارڈ ہیں کہ وہ ون یونٹ کے خلاف ہیں ان کی بیسیوں تقاریر ایسی ہیں کہ ہیں میں تو ان لوگوں میں سے تھا جو یہ چاہتے تھے کہ ون یونٹ ٹوٹ جائے۔ مگر آپ اقتصادی طور پر ون یونٹ کی حکومت بنانا چاہتے ہیں۔ میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ دو دوسرے صوبوں کو نظر انداز کرنے سے نفرت پیدا ہو گئی ، کینہ پیدا ہوگا ، بغض پیدا ہوگا اس لیے میں چاہتا ہوں کہ ایسے اقدامات اس ملک کی ترقی کے لیے ، ملک کی سالمیت کے لئے ، ملک کی بقاء کے لیے ، اس ملک کی خوش حالی کے پیش نظر ، سارے صوبوں کی خوش حالی کے لیے نہ اٹھائیں جائیں - عوام کو مطمئن رکھیں تاکہ وہ ان باتوں سے اطمینان حاصل کرکے قومی ترقی کی طرف توجہ دے سکیں۔ ان الفاظ کے ساتھ میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں اگر کوئی صاحب تقریر کرنا چاہیں تو اس ان کو موقع دیا جائے کیونکہ مجھے بھی پھر موقع ملے گا اگر وزیر صاحب نے تقریر شروع کر دی تو پھر مجھے موقع نہیں ملے گا اور میں جواب نہیں دے سکوں گا۔

Mr. Chairman : Thank you. Anyother speaker.

مولانا صاحب ! آپ تقریر فرمائیں گے ؟

رانا محمد حنیف خان : یہ مشکل سبجیکٹ ہے۔ وہ تو پڑھ کر آئے تھے اس لیے انہوں نے تقریر کی ہے اور یہ پڑھ کر نہیں آئے ہیں۔

مولانا شاہ احمد نورانی صدیقی : نہیں جناب !

رانا محمد حنیف خان : ان کو کیا پتہ ہے کہ کتنے پیسے دیئے ہیں اور کتنے لینے ہیں یہ ان باتوں سے بے نیاز ہیں۔

جناب چیئرمین ! میں عرض کرتا ہوں کہ اس موشن پر آج بہت دیر کے بعد بحث ہو رہی ہے اب اچھا ہو گیا ہے کہ کم از کم جان تو چھوٹ جائے گی۔ جناب والا ! میری گزارشات یہ ہیں ، یہ تو میں نہیں کہنا چاہتا ہوں کہ نیشنل فنانس کمشن کی ریکمنڈیشن ممبران میں سرکولیٹ نہیں کئی گئی تھیں یہ ٹیبل آف دی سینٹ پر بھی رکھی گئی تھیں - لیکن قطع نظر اس بات کے کہ یہ سرکولیٹ ہوئی ہیں ، ایوان کی میز پر رکھی گئی ہیں ، یہ ٹھیک ہے کہ موشن اسپر ہوسکتی ہے اور اسپر بحث بھی ہونی چاہیئے جناب والا ! میں بری نیت سے نہیں کہہ رہا ہوں کہ خواجہ صاحب نے یا تو اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی کیوں کہ

خدا وند تعالیٰ نے ان کو بہت عقلمندی دی ہے ، انہوں نے جان بوجھ کر اس کو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے - اور اس طریقے پر بحث کی ہے کہ حکومت کے برخلاف کوئی غلط قسم کے تاثرات پیدا ہوجائیں مجھے نہیں پتہ کہ یہاں پر ان کی کیا نیت تھی -

خواجہ محمد صفدر : میری نیت نیک تھی -

رانا محمد حنیف خان : بہرحال انہوں نے اس طریقے پر بحث کی ہے اور حالات کو اس طریقے سے پیش کیا ہے کہ لوگوں کو یہ تاثر دیا جائے کہ فیڈرل گورنمنٹ شاید صوبوں پر کتنا ظلم کر رہی ہے - صوبوں سے سب کچھ چھین رہی ہے ، صوبوں کو لوٹ رہی ہے ، فیڈرل گورنمنٹ زبردستی کر رہی ہے بہر حال انہوں نے اس حد تک مہربانی فرمائی ہے کہ یہ کہا گیا ہے کہ صوبائی حکومتوں کو بیکاریوں کی طرح فیڈرل گورنمنٹ کے پاس بھیک مانگنا پڑتا ہے - مجھے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اللہ کے فضل و کرم سے کوئی ایسی بات نہیں ہے - فیڈرل گورنمنٹ کو اپنی ذمہ داریوں کا پورا احساس ہے اور فیڈرل گورنمنٹ اپنی ذمہ داریوں کو صحیح طریقے سے نبھا رہی ہے آج پہلے سے بہت زیادہ احسن طریقے سے اور مستحسن طریقے سے کام کیا جا رہا ہے - ایک منطق سے حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ، اسپر اس قسم کی تنقید نہیں کی جا سکتی ہے -

جناب والا ! میں فاضل ممبر کے ایک ایک نکتے کا جو انہوں نے اٹھایا ہے ایک ایک کر کے بعد میں جواب عرض کروں گا کہ اس کا نیٹ ریزلٹ کیا ہوگا - اور حکومت نے کیا کیا ہے اور اس نیٹ ریزلٹ اور صوبوں کو کس حد تک فائدہ پہنچے گا اور جو مذید نیٹ ریزلٹ سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا - سب سے پہلے نکتے کا انہوں نے خود ہی جواب دے دیا - اگرچہ اس کے کہنے کی ضرورت نہیں تھی اگر بالفرض کوئی آرگومنٹ نہیں بنتا تھا تو اس کے کہنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی ماسوائے اس کے کیوں کہ خواجہ صاحب وکیل ہیں اور میں بھی وکیل ہوں ہم بہت سی باتیں ایسی کرتے ہیں جن کا مقصد نہیں ہوتا ہے دس پندرہ باتوں میں ایک دو ہی صحیح ہوتی ہیں - مثلاً وہ کہنا شروع ہو گئے یہ ٹھیک ہے کہ صوبے جو ہیں خود مختار ہیں ان کو اٹنا نومی دی ہے ان کی خود مختاری ہونی چاہیے جب خود مختاری کی بات کرتے ہیں تو خود مختاری کا کوئی مطلب نہیں

نکلتا - اگر معاشی طور پر خود مختاری نہ ہو اور خود ہی یہ کہنے لگے کہ لہذا میں کہتا ہوں کہ یہ واجب اور صحیح ہے کہ جہاں تک ان کی آمدنی کا تعلق ہے وہ سٹیٹیک ہے اس میں فلیکسیبلٹی نہیں ہے لہذا فیڈرل ازم میں یہ ہونا چاہیے کہ کہ گورنمنٹ کو اس قسم کے اختیارات ہوں کہ ملک میں جتنے ریونیوز ہوتے ہیں ان کو اکٹھا کر کے ملک کے تمام صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے تو پھر اس کی ضرورت ہی کیا تھی جو انہوں نے کہا ہے - بالفرض وہ اس کو تسلیم کرتے ہیں تو فیڈرل ازم میں جہاں پر فیڈریشن ہے تمام صوبے اٹانومس ہیں لیکن ان کا تعلق ایک فیڈرل گورنمنٹ سے ہے - جو آئین ہے وہ فیڈرل آئین ہے تو اس قسم کی صورت حال ہونے پر یہ بات واجب ہے - اس لئے میں عرض کرتا ہوں کہ اسپر بحث کی ضرورت کیا تھی - بہر حال انہوں نے یہ کہنا تھا اور غالباً اپنے آپ کو تسلی دینے کے لئے کہا ہے کہ اگر صوبائی خود مختاری کا ذکر ہوتا ہے تو معاشی خود مختاری ہونا بھی ضروری ہے اس لئے خود ہی انہوں نے اپنے آرگومنٹس کو کنٹراڈیکٹ کر دیا ہے یہ کہہ کر کہ کیوں کہ ملک میں حکومت فیڈریشن کی شکل میں ہے لیکن اس صورت میں یہ ہو ہی نہیں سکتی یہ بالکل ٹھیک ہے کہ فیڈریشن میں فیڈرل گورنمنٹ کو اختیار ہونا چاہئے -

اب میں یہاں پر یہ عرض کروں گا صرف اس لئے اس کی وضاحت کرنا ضروری ہے کہ ہم اپنے ملک کے حالات کو دیکھیں - جناب والا ! پنجاب کا صوبہ ترقی یافتہ صوبہ ہے اس کے بعد صوبہ سندھ آتا ہے اس کے بعد این ڈبلیو ایف پی آتا ہے - اس کے بعد بلوچستان ہے اب صورت حال کیا ہے اگر فیڈریشن نہ ہو تو صوبوں کو ان کے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے ، ان کو اپنے حالات پر چھوڑ دیا جائے کہ جو کچھ بھی ان کی اپنی آمدنی ہے وہ اسے خود ہی خرچ کریں - مجھے خوشی ہے کہ خواجہ صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جہاں تک صوبہ پنجاب کا تعلق ہے وہ چونکہ سب سے زیادہ ترقی یافتہ ہے اس کی آمدنی دوسرے صوبوں سے زیادہ ہے لہذا پنجاب کو دوسرے بھائیوں کے لئے قربانی دینے کے لیے تیار رہنا چاہئے ان کا یہ جذبہ جو ہے یہ ایک مستحسن جذبہ ہے یہ ایک نہایت نیک جذبہ ہے میں ان سے متفق ہوں لیکن اگر اس آرگومنٹ کو لیا جائے کہ صوبے کو بذات خود اپنے رحم و کرم پر چھوڑ دیا جائے ان کو اپنی حالت پر ہی چھوڑ دیا جائے تو یہ کام فیڈریشن میں نہیں چل سکتا - اگر ایسا کیا جائے تو اس کا نتیجہ یہ ہوگا

کہ بعض صوبے قطعاً اپنا خرچ برداشت نہیں کر سکتے - یہ صورت حال موجود ہے - اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا ہے - اس بات پر بعد میں عرض کروں گا کہ فیڈریشن میں فیڈرل گورنمنٹ کو بھی پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے - جناب والا ! میں عرض کرتا ہوں کہ جب وہ تقریر کر رہے تھے تو ان کے ذہن میں کسی قسم کی بھی فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری نہیں تھی ، صوبوں پر وہ بالکل مہربانی فرما رہے تھے ، صوبوں کی ضروریات ان کے سامنے تھیں ، مجھے خوشی ہے کہ صوبوں پر مہربانی فرما رہے تھے -

لیکن فیڈرل گورنمنٹ پر انہیں ذرا ترس نہیں آیا کہ فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داریاں کیا ہیں اور پھر فیڈرل گورنمنٹ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرتی ہے یہ ٹھیک ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کے ریسورسز ہیں لیکن وہ ریسورسز خرچ کہاں ہوتے ہیں اور کس علاقے پر خرچ ہوتے ہیں یہ میں بعد میں بتاؤں گا اور کیا کیا ذمہ داریاں ہیں لیکن اگر صوبوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیا جائے تو اس سے انکار میں کہا جاسکتا ہے کہ بعض صوبے ایسے ہیں کہ جو اپنے اخراجات بھی برداشت نہیں کرسکتے ہیں آپ ڈیلوپمنٹ کی بات تو چھوڑ دیں اور اس صوبے میں سڑکیں - بجلی ، سکول ، ہسپتال وغیرہ کو بھول جائیں کیونکہ اس کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کیونکہ وہ تو اپنے صوبے میں رہنے والے لوگوں کی تنخواہیں بھی پوری نہیں کرسکتے اور اس وقت صورت حال یہ ہے - لیکن کیا ہم نے اس صورت حال کو چھوڑ دینا ہے اور ایسی صورت حال پیدا نہیں کرنی ہے کہ وقت کے ساتھ ساتھ وہ لوگ بھی اپنے دوسرے صوبوں کے بھائیوں کی طرح ترقی کرسکیں اور آگے آسکیں یہاں میں ضمناً پھر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ مجھے اس بات سے بڑی خوشی ہوئی ہے اور خواجہ صاحب نے بھی اس بات کو تسلیم کیا ہے کو جو ترقی یافتہ صوبے ہیں اور جن کی آمدنی زیادہ ہے انہیں ہر وقت غیر ترقی یافتہ صوبوں کی امداد کے لیے تیار رہنا چاہئے اور بیک ورڈ ایریاز کے لوگوں کے لیے قربانی کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہنا چاہئے اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی قسم کی قربانی نہیں ہے کیونکہ جس کو آج ہم قربانی کہتے ہے اور جو اپنے بھائیوں کو تھوڑی بہت مدد دیتے ہیں ہوسکتا ہے کہ کل وہی چیز ہمارے لیے سونا بن کر آجائے اور ہمیں اس کا فائدہ پہنچے -

Khawaja Mohammad Safdar : Quite right, I agree.

رانا محمد حنیف خان : ایک لحاظ سے تو یہ بالکل ٹھیک ہے کہ جہاں فیڈرل

گورنمنٹ ہوتی ہے وہاں Flexibility ہوتی ہے اور ان کا یہ کہنا کہ صوبوں ان کے حال پر چھوڑ دینا چاہیے تو یہ اس قسم کی حکومتیں نہیں کرسکتی ہیں جناب والا انہوں نے پہلے جو نیشنل فنانس کمیشن بنائے گئے ان کا ذکر کیا ہے اور آپ نے خود بھی سن لیا ہے کہ پہلے جو فنانس کمیشن آیا اس نے انکم ٹیکس ۶۵% کردیا اور سیل ٹیکس بھی ۶۵% تھا اس کے بعد پھر توڑ ڈالا تو اس پر انہوں نے ۸۰% کردیا لیکن اس قسم کے ایک دو ٹیکس مثلاً ویلتھ ٹیکس اور اسٹیٹ ڈیوٹی ۱۰۰% دے دی میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم نے موجودہ حالات کے پیش نظر جس وقت نیشنل فنانس کمیشن نے اپنی سفارشات دیں تو اس وقت ۷۱-۱۹۷۰ء کے سانحہ کے بعد ۳۶% تمام صوبوں کو مل رہا تھا اور جس وقت نیشنل فنانس کمیشن نے اپنی ریکمینڈیشنز دیں تو اس وقت تمام صوبوں کو ۳۶% سے کچھ قدرے زیادہ دیا جا رہا تھا اور نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات کے بعد یہ جو ٹیکس ہیں -

خواجہ محمد صفدر: ۳۶% کس چیز کا ؟

رانا محمد حنیف خان: ان ٹیکسوں کی کانسٹی ٹیوشن یہی تھی اور وہ فارمولا جو پہلے اپلائی ہوتا تھا اس میں میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ اس میں مشرقی پاکستان کا جو حصہ تھا وہ ان کو نہیں دیا جا رہا تھا اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ہماری پٹ سن اور دوسری چیزیں ختم ہوگئی تھیں اور حالات بالکل ہی بدل چکے تھے اس لیے میں کہہ رہا ہوں کہ ہماری جو انکم تھی وہ ہمارے پاس کاٹن تھی اور اس کو ایکسپورٹ کرتے تھے اور انکم ٹیکس اور سیلز ٹیکس میں سے ان کو ۳۶% دیا کرتے تھے - اور یہ ۱۰۰% نیشنل فنانس کمیشن کی سفارشات کے بعد ہوا ہے پیشتر اس کے کہ میں آگے چلوں انہوں نے بذات خود ہی ایکسپلینیشن دے دی ہے اور دونوں آئین پڑھنے شروع کردیئے اور خود ہی ایک سوال اٹھایا کہ صاحب یہ بالکل ٹھیک ہے کہ ۱۹۶۲ء کے آئین میں بھی یہی تھا اور اس موجودہ آئین میں بھی وہی الفاظ ہیں اور موجودہ آئین کی جو ٹرمینالوجی ہے اس میں انہوں نے کوشش کی ہے اور بڑے زور شور سے کہا کہ پریذیڈنٹ صاحب مجبور ہیں کہ لازمی طور پر وہ اسپیسیفائی کریں کہ ان ٹیکسوں کے علاوہ انکم ٹیکس، سیل ٹیکس، ایکسپورٹ ڈیوٹی اور ایکسائز ڈیوٹی کی شکل میں لازمی طور پر وہ فیصلہ دیں کہ کس آئٹم کی ایکسائز ڈیوٹی صوبوں کے درمیان قابل تقسیم ہے اور

یہ ان کو ضرور کرنا چاہیے تو میں نہیں سمجھتا کہ اس میں کوئی شک ہے اور آپ نے پڑھ لیا ہے اور اس کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں ہے - سوائے اس کے کہ میں اس کو دوبارہ ریپیٹ کروں میں سمجھتا ہوں کہ یہ پریذیڈنٹ صاحب کی مرضی ہے کہ وہ ایسا کرتے ہیں یا نہیں کرتے ہیں اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ وہ مجبور ہیں اور ان کو ضرور کرنا چاہیے تو مجھے اس سے اتفاق نہیں ہے کیونکہ کانسٹی ٹیوشن کے جو الفاظ ہیں وہ مین ڈیٹری نہیں - مرضی ہے - He may صاف لکھا ہوا ہے :

Article 160 : (3) The taxes referred to in paragraph (a) of clause (2) are the following taxes raised under the authority of Parliament, namely :—

(i) taxes on income. including corporation tax, but not including taxes on income consisting of remuneration paid out of the Federal Consolidated Fund :

(ii) taxes on sales and purchases ;

(iii) export duties on cotton, and such other export duties as may be specified by the President ;

(iv) such duties of excise as may be specified by the President ; and

(v) such other taxes as may be specified by the President.

جناب والا ! جہاں تک ان تین چیزوں کا تعلق ہے یہ بات بالکل واضح ہے اور میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور اس چیز کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں کہ پریذیڈنٹ صاحب نے نیشنل فنانس کمیشن کو اس قسم کی کوئی ڈائریکٹو نہیں بھیجی تھیں کہ نیشنل فنانس کمیشن ان ڈیوٹیز کو آئین کے تحت قابل نہیں سمجھتا کیونکہ واضح طور پر پریذیڈنٹ صاحب کی مرضی ہے اور جب نیشنل فنانس کمیشن کی میٹنگز ہو رہی تھیں تو مجھے بذات خود اس نیشنل فنانس کمیشن کی صدارت کا اعزاز حاصل تھا اور اس وقت نیشنل فنانس کمیشن کے سامنے کوئی آئٹم نہیں آیا تھا جس کے متعلق فیصلہ کرنا تھا کہ یہ بھی تقسیم ہونا ہے اور جو بھی فیصلہ کیا گیا وہ عین آئین کے تحت کیا گیا تو اس میں میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا نیٹ ریزلٹ کیا نکلتا ہے وہ ایک آسان ہے کہ بہت سے چھوٹے چھوٹے ہیڈز کو اکٹھا کر دیا جائے اور ان کا ایک بڑا حصہ صوبوں میں تقسیم کر دیا جائے اور بہت سے ہیڈز جو ہیں وہ صوبوں میں تقسیم کردیئے جائیں مختلف ہیڈ

میں ہم ایسا کرتے ہیں مثلاً اسٹیٹ ڈیوٹی ، ویلتھ ٹیکس ، گفٹ ٹیکس - تو پہلے ہی صوبے کے پاس ہے - اور یہ ہوسکتا ہے کہ ویلتھ ٹیکس دے دیا اسٹیٹ ڈیوٹی دے دی سیل ٹیکس دے دیا گفٹ ٹیکس دے دیا جیسے اور بہت سے ٹیکس ہیں وہ صوبوں میں تقسیم کردیئے لیکن اس میں ایک غلط فہمی رہ جاتی ہے اور اب اگر یہ کر بھی دیا جائے کہ انہیں اسٹیٹ ڈیوٹی اور ویلتھ ٹیکس دے دیا جائے اور ان دونوں کا انہوں نے بار بار ذکر کیا ہے اور تمباکو پر ایکسائز ڈیوٹی کے متعلق بعد میں بتاؤں گا لیکن ان دو چیزوں کے متعلق بتانا چاہتا ہوں جن کا ذکر انہوں نے بار بار کیا ہے ۱۹۷۶-۷۷ء میں ویلتھ ٹیکس جو تھا وہ ۵ کروڑ ٹوٹل ری آلائزڈ تھا اور ۱۹۷۶-۷۷ء کے بجٹ میں دو کروڑ ۶۵ لاکھ تھا ۱۹۷۵-۷۶ء میں اسٹیٹ ڈیوٹی جو تھی وہ ریوائزڈ ۷۰ لاکھ اور بجٹ میں ۷۵ لاکھ تھی اور ان دونوں مدات کا انہوں نے بار بار ذکر کیا ہے جس کا کوئی اندازہ نہیں ہے جس سے آپ سمجھتے ہوں گے کہ اگر یہ صوبوں میں تقسیم ہوجائیں تو ان کی تقدیر بدل جائے اور یہ میں نے ایکچول بتائے ہیں اور اسی لیے میں باہر گیا تھا کہ ایکچول لے آؤں اور آپ کو بتلاؤں ورنہ میں اپنی تقریر میں اندازے سے کہہ دیتا کہ یہ اتنا ہے اور آپ نے ان دونوں ٹیکسوں کا بار بار ذکر کیا ہے تو میں نے سوچا کہ دیکھوں کہ ان کی رقم کتنی ہے -

خواجہ محمد صفدر : میں نے بھی یہی فگر پڑھے ہیں -

رانا محمد حنیف خان : جیسے دو چار لاکھ روپیہ دینے سے صوبوں کی تقدیر بدل جائے گی اس لیے میں نے کہا کہ شائد یا تو یہ جان بوجھ کر یہ کہہ رہے ہیں اور لوگوں کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کہ پتہ نہیں ہے کہ یہ ہیڈ جن کا انہوں نے بار بار ذکر کیا ہے کہ اسٹیٹ ڈیوٹی ۱۰۰% دے دی ۱۰۰% ویلتھ ٹیکس دے دیا یہ دونوں ۵ کروڑ ۷۵ لاکھ آج ہے - اور جن دنوں کی یہ بات کر رہے ہیں اس وقت سوائے اس کہ دس لاکھ یا پانچ لاکھ ٹوٹل ہوتی ہوگی تو وہ حکومتیں صوبوں پر کیا مہربانی فرمایا کرتی تھیں کہ ان کو دو دو چار چار ہزار دے دیا اور بات ختم ہوگئی اب بات یہ ہے کہ چند سالوں کی اس رقم کو آپ صوبوں میں پاپولیشن ٹیکس سے تقسیم کریں اور آپ اندازہ لگائیں کہ پنجاب کا حصہ کیا ہے ، سندھ کا کیا ہے سرحد کو کیا جاتا ہے اور بلوچستان کو کیا حصہ جاتا ہے اور اس کو تقسیم کر دیا جائے تو ان میں کمپلیٹ اے ڈی پی میں آجائیں گے اور ان کے ڈیفسٹ پورے ہوجائیں گے اور وہ سرپلس میں آجائیں گے ؟ ان کے تمام ڈیفسٹس پورے ہو جاتے ہیں وہ سر پلس میں آ جاتے ہیں اور یہ سو فیصدی

اس وقت تھا جس وقت تمام رقم بیس لاکھ سے زیادہ نہیں ہو گی ، ۱۰ لاکھ ممکن ہو ۔ آپ نے ۱۹۳۵ء کی بات ہے کہ ۱۹۳۵ء میں سٹیٹ ڈیوٹی اور ویلتھ ٹیکسز سو فیصد صوبوں کو دیتے تھے ۔ وہ رقم بٹتی تھی یا صرف زبانی کلامی ہی سب کچھ تھا ۔ ۔ ۱۹۳۵ میں کچھ بھی نہیں تھا ۔ تو جناب والا ! یہ صورت حال تھی ۔ جناب والا ! گذارش یہ ہے کہ نیشنل فنانس کمیشن نے یہ محسوس کیا کہ بہتر یہ ہے کہ تمام ریسورسز کو پول کیا جائے اور تمام ٹیکسز کو پول کیا جائے اور اس کو تمام صوبوں کے درمیان آبادی کے تناسب سے تقسیم کر دیا جائے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ تمباکو پر ایکسائیز ڈیوٹی نہیں ہے میں یہ بات دوبارہ کہتا ہوں میں وہ پوائنٹ بعد میں لوں گا کہ تمباکو پر ایکسائیز ڈیوٹی کیوں نہیں ہے اور اس پر ایکسائیز ڈیوٹی نہ ہونے سے کیا فرق پڑا ہے میں یہ بات بعد میں عرض کروں گا لیکن یہ سمجھا گیا کہ بجائے اس کے کہ ان ہیڈز کو تقسیم کیا جائے ۔ آپ کو سٹیٹ ڈیوٹی دیدی گئی ویلتھ ٹیکس ڈیوٹی دے دی گئی بجائے اس کے کہ پول کر لیا جائے ۔ پول کرنے کے بعد وہیں کے وہیں رہیں گے ۔ جناب جس وقت ہم نے پول کیا اس کے نتیجے میں کیا ہوا ۔ میں عرض کرتا ہوں اب میں حساب کتاب میں نہیں جاؤں گا خواجہ صاحب کی اطلاع کے لیے بتاؤں گا کہ اس کا کیا نتیجہ نکلا ہے انہوں نے نہیں بتایا میں بتاؤں گا ۔

خواجہ محمد صفدر : ضرور بتائیں ۔

رانا محمد حنیف خان : ۱۹۷۴-۷۵ء میں جناب پنجاب کو اول فارمولے کے تحت ۷۷ء۹۱ کروڑ ملتے تھے ۔ یہ نیشنل فنانس کمیشن سے پہلے کی بات ہے ۔ ۱۹۷۵-۷۶ء میں فارمولے کے بعد ۱۴۸ء۱۶ کروڑ اور ۱۹۷۶-۷۷ء میں جو موجود بجٹ ہے اس کے مطابق ۱۶۵ء۳۹ کروڑ ہے ۔

خواجہ محمد صفدر : اس ساتھ یہ بھی تو بتائیں کہ کتنا فائدہ ہوا ہے ۔

رانا محمد حنیف خان : مرکزی حکومت کو جو اس سے فائدہ ہوا ہے وہ میں عرض کرتا ہوں ۔ اب تو خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی خبریں آ رہی ہیں کہ تیل نکل آیا ہے فلاں چیز ممکن ہو جائے گی ۔ آپ یہ محسوس کرتے ہیں ۔ لیکن جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ آپ کو سن کر تکلیف ہو گی ۔ میں عرض کروں گا کہ مرکزی حکومت کی کیا ذمہ داریاں ہیں آپ تو کہتے ہیں کہ خسارے کا بجٹ ہے ۔ میں آپ کو بتاتا ہوں ۔ کہ خسارے کا بجٹ کیسے بنتا

ہے لیکن میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ ان رقوم سے تعلق رکھتے ہیں یا ہیڈز لیتے ہیں ویلتھ ٹیکس لینا ہے ویلتھ ٹیکس لینا آسان بات ہے بشرطیکہ مرکزی حکومت کی ذمہ داریاں کوئی نہ ہوں لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس کے لیے ایک فارمولا بنایا گیا ہے جس سے ۸۰ فیصد صوبوں کو آبادی کے تناسب سے تقسیم کیا گیا ہے - اس کے بعد دو صوبوں کو سبوینشن دیے گئے - پانچ کروڑ بلوچستان کو اور دس کروڑ فرنٹیئر کو اس کے بعد بھی جب ضرورت پڑتی ہے گرانٹ کی شکل میں دیتے رہتے ہیں اس کے لیے میں عرض کرتا ہوں یہ میں ۱۹۷۶ء کی بات کر رہا ہوں پنجاب کو پانچ کروڑ اور دیدیے گئے ہیں اور سندھ کو تین کروڑ دیا گیا ہے بلوچستان کو دو کروڑ اور ٹرائیبل ایریاز کو چار کروڑ ، آزاد کشمیر کو ایک کروڑ اور یہ کل سترہ کروڑ روپے کی رقم بنتی ہے - ان تمام رقوم کے دینے کے بعد بھی مرکزی حکومت نے یہ رقم اور نکالی اس سے ہم اس نتیجے پر پہنچے کہ جہاں تک صوبوں کی آمدنی کا تعلق ہے جو موجودہ فارمولا ہے اس فارمولے کے تحت ان کو نقصان نہیں ہوا اور فارمولا صرف یہ ہے کہ ہیڈز کو تقسیم نہ کیا جائے بلکہ تمام ہیڈز کے تمام ریوینیوز اکٹھے کر لئے جائیں اور ان کو اکٹھا تقسیم کر دیا جائے اگر ہیڈز تقسیم کریں گے تو ان کو نقصان پہنچے گا - تو اس شکل میں صوبوں کو فائدہ ہوا اور میں نے یہ رقم پڑھ کر بتلا دی ہے - موجودہ بجٹ میں جو رقم ہے وہ ہم امید کرتے ہیں کہ ٹیکسز وغیرہ کے بڑھنے کی وجہ سے یہ رقم ۳۹۰۴۳۱ کروڑ ہو جائے گی -

اب سندھ کی حالت یہ ہے کہ پہلے فار مولے کے تحت سندھ کو ۱۱۴۴۲۰ کروڑ ملتے تھے اور ۱۹۷۵-۷۶ء میں نئے فار مولے کے تحت ۱۳۹۴۸۷ کروڑ ملتے تھے اور اب موجودہ بجٹ میں ان کو ۱۴۲۴۸۵ کروڑ روپے ملیں گے - یہ بھی بڑھ گئی ہے اب این ڈبلیو ایف پی کو ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۸۸۴۵۳ کروڑ روپے ملتے تھے ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۱۱۴۴۵۶ کروڑ اور موجودہ بجٹ ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۱۲۰۶۹ کروڑ روپے ہے - بلوچستان ۱۹۷۴-۷۵ء میں ۷۰۶۶۳ کروڑ اور ۱۹۷۵-۷۶ء میں ۷۶۴۶۵ اور ۱۹۷۶-۷۷ء میں ۸۳۴۷۲ کروڑ اصل میں بات یہ دیکھنے والی ہے کہ اپنے ہیڈز کو دیکھنا ہے کہ اس کو کس طرح سے تقسیم کرنا ہے اس فارمولے کا مطلب یہ ہوا ہے کہ نیشنل فنانس کمیشن نے جو سفارشات پیش کی ہیں اس کے

تحت صوبوں کو ان کا حصہ زیادہ ملنا شروع ہو گیا ہے کم نہیں ہوا - ان کو نقصان نہیں ہوا -

خواجہ محمد صفدر : کوئسچن -

رانا محمد حنیف خان : آپ کوئسچن کریں اگر ثابت کر سکتے ہیں - ہم ابھی ثابت کریں گے - اس سے آپ کو اتفاق نہیں ہے ؟ کیا ان کو زیادہ حصہ نہیں مل رہا ؟ کیا وہ بڑھے نہیں ہیں ؟

خواجہ محمد صفدر : وہ اس لئے بڑھے ہیں کہ ریوینیو کا بجٹ بڑھ گیا ہے اس کی وجہ سے ظاہر ہے کہ حصہ بڑھے گا

رانا محمد حنیف خان : جناب والا ! میں عرض کرتا ہوں - انہوں نے بڑا اچھا کیا کہ یہ سوال پیدا کر دیا میں ابھی اس کا جواب دیتا ہوں - ۱۹۷۵-۷۶ء کا بجٹ ایسٹیمیٹ ۱۳۶۹ کروڑ روپے تھا اور ۱۹۷۴-۷۵ء ریوائیز ایسٹیمیٹ ۱۱۱۵ کروڑ روپے تھا یہ ۲۳ فیصد انکریز ہوا اس کے برعکس جب ریوینیو انکریز ہوا ہے وہ ۷۷ فیصد ہوا ہے میں آپ کی اس بات کے جواب میں کہ ریوینیو بڑھ گئے ہیں یہ عرض کروں گا یہ آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے کیوں کہ یہ جو ہیڈز ہیں جو ڈویزیبل ہیں ان میں صرف چھ فیصد انکریز ہوئی تھی - ۷۷ فیصد صرف ان کو نئے فارمولے کی جوہ سے ملتے ہیں آپ کیسے کہتے ہیں کہ ریوینو بڑھ گئے ہیں ۱۹۷۴-۷۵ء کو جو ریوائیزڈ ایسٹیمیٹ ہے وہ ۱۱۱۵ کروڑ ہے اور اس میں ۲۳ فیصد انکریز ہوئی ہے اور یہ جو انکریز ہوئی ہے اس فارمولے کے تحت جو ان کو حصہ دیا گیا ہے وہ ۷۷ فیصد ہے اور ان میں جو تقسیم ہوا ہے اور جو انکریز ہوئی ہے وہ صرف چھ فیصد ہے ۷۱ فیصد زیادہ ان کو اس فارمولے کے تحت ملا ہے لہذا اگر اس کا حساب کتاب لگائیں تو ساری باتیں ٹھیک ہو جاتی ہیں کیوں کہ تین ہیڈز ہیں - سیلز ٹیکس ہے انکم ٹیکس ہے ایکسپورٹ ڈیوٹی کاٹن ہے اور اس میں چھ فیصد انکریز ہوا ہے اور ان کو جو دیا گیا ہے وہ ۷۷ فیصد بڑھا ہے تو ۷۷ فیصد میں سے چھ فیصد نکال دیں تو ان کو اس فارمولے کے تحت ۷۱ فیصد ملتا ہے - یہ میرا جواب ہے - اب میں یہ عرض کرتا ہوں کہ وہ خسارہ کیسے ہو جاتا ہے جناب والا ! نیشنل اکنامک کونسل اے ڈی پی کو مرتب کرتی ہے اور منظور کرتی ہے جس وقت فیڈرل گورنمنٹ کا اے ڈی پی منظور ہوتا ہے اس وقت صوبوں کا بھی اے ڈی

پی تیار ہوتا ہے اور اس میں نیشنل اکنامک کونسل میں جس کی صدارت جناب وزیراعظم صاحب کرتے ہیں ۔ اس میں تمام صوبوں کے نمائندے چیف منسٹرز موجود ہوتے ہیں ۔ سنٹر کے اور صوبوں کے تمام رپریزنٹیٹو موجود ہوتے ہیں جہاں پر جو سالانہ بجٹ ہے ۔ ترقیاتی بجٹ ہے ۔ اس کی منظوری ہوتی ہے ۔ اب میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ صوبے صرف اس وجہ سے خسارے میں چلے جاتے ہیں کہ وہ اپنے اے ۔ ڈی ۔ پی کو زیادہ کر دیتے ہیں ۔ اس لیے ایسا ہوتا ہے اس لیے نہیں کہ ان کے پاس ، پیسے کم ہوتے ہیں ۔ بلکہ اپنا اے ۔ ڈی ۔ پی ایکسپینڈ کرنے کی وجہ سے وہ خسارے میں چلے جاتے ہیں ۔ اور پھر آپ خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ اس کے باوجود کہ وہ اپنے اے ۔ ڈی ۔ پی میں تبدیلی کر کے اس میں اضافہ کر دیتے ہیں ۔ اس کو بڑھا لیتے ہیں ، ٹھیک ہے ۔ آپ تسلیم کرتے ہیں کہ وہ پیسے فیڈرل گورنمنٹ برداشت کرتی ہے ۔ اس کی وجہ یہ نہیں کہ ان کے ریونیوز کم ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اے ۔ ڈی ۔ پی میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے ۔ اور بعض دفعہ پواپر ایڈجسٹمنٹ نہیں ہوتی اور اے ۔ ڈی ۔ پی میں تبدیلی کر کے ایک چیز کو چھوڑ کر دوسری چیز ہو سکتی ہے ۔ لیکن بعض دفعہ نہیں ہوتی ۔ اور صوبوں میں اکثر یہ صورتحال ہوئی ہے کہ ان کے اے ۔ ڈی پی سالانہ ترقیاتی پروگرام میں تبدیلی ہو جاتی ہے وہ زیادہ بڑھا لیتے ہیں ۔ اس لیے ان کے اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں ۔ سنٹر کے بھی ہو جاتے ہیں ۔ میں یہ نہیں کہتا کہ ان کے ہوتے ہیں اور سنٹر کے نہیں ہوتے ۔ فیڈرل گورنمنٹ کے اے ۔ ڈی ۔ پی میں بھی اضافہ ہو جاتا ہے ۔ اور اس سے ڈیفیکلٹی کا سامنا کرنا پڑتا ہے ۔ لیکن بھر حال خواجہ صاحب تسلیم کرتے ہیں کہ وہ پیسے بھی فیڈرل گورنمنٹ ان کو دیتی ہے ۔ اس صورتحال پر گورنمنٹ کا کنٹرول رہنا ضروری ہے ۔ اور جناب والا ! میں عرض کروں یہ تو ریونیوز کی بات ہے ۔ لیکن خواجہ صاحب نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ایک چیز کا ذکر بالکل نہیں کیا ۔ یہ میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ جب انہوں نے اور چیزیں تسلیم کی ہیں اگر اس چیز کو بھی مان لیتے کیونکہ صرف ایک بات ہی کہنی تھی کہ جناب میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ سترہ سو کروڑ روپے کا جو ترقیاتی کام چل رہا ہے ۔ وہ سارا فیڈرل گورنمنٹ نے دینا ہے ۔ اتنی بات کہنی تھی ۔

خواجہ محمد صفدر : بالکل ۔ بالکل ۔

رانا محمد حنیف خان : تو پھر جھگڑا ہی ختم ہو جاتا ہے - وہ خواجہ صاحب آپ نے کیوں چھپا لی - ریونیوز کی بات بڑی کی - لیکن خواجہ نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ اس کا ذکر نہیں کیا - خواجہ صاحب نے باقی دو چار چیزیں نہایت خوبصورت کہی ہیں - یہ اپنی جگہ خوبصورت ہے - وہ خوبصورت باتیں آپ نے یہ کی ہیں کہ آپ نے آرگومنٹس دی ہیں - اور خود ہی ان کو ریبٹ کردیا کہ جی یہ میں تسلیم کرتا ہوں - مجبوری ہے - یہ بھی کہہ دیا ہوتا کہ جناب جہاں تک ترقیاتی فنڈز کا تعلق ہے - ترقیاتی رقوم کا تعلق ہے - جو صوبوں کو دی جاتی ہیں - وہ ساری کی ساری فیڈرل گورنمنٹ دیتی ہے -

خواجہ محمد صفدر : جب ڈیفسیٹ ہوا تو ظاہر ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ نے پورا کرنا ہے -

رانا محمد حنیف خان : ڈیلوپلمنٹ ساری کی ساری فیڈرل گورنمنٹ کی ہے اور فیڈرل گورنمنٹ اس کے باوجود کہ اس کے اپنے اخراجات بے پناہ ہیں ، میں جناب والا ! آپ سے عرض کردینا چاہتا ہوں کیونکہ وہ کوئی خفیہ چیز نہیں ہے کہ فیڈرل گورنمنٹ کے اس سال کے بجٹ میں ۷۹۸ کروڑ روپے صرف ڈیفینس کے لیے ہیں -

خواجہ محمد صفدر : ۸۰۰ کروڑ کہہ لیجیئے -

رانا محمد حنیف خان : میں نے پوری رقم بتائی ہے کیوں کہ آپ کہیں گے کہ فنانس منسٹر نے رقم ادھر ادھر کر دی ، بہر حال گھپلا کر دیا ہے دو کروڑ کا کیوں کے مجھے ۷۵،۷۷ لاکھ روپے کا گھپلا بتایا جا رہا تھا - کہ جناب یہ ایسٹیٹ ڈیوٹی فیڈرل گورنمنٹ صوبوں کو نہیں دیتی - اب اس کا بھی گھپلا ہو سکتا ہے - تو اس لئے میں نے اس سے بچ کے یہ کہا کہ ۷۹۸ کروڑ روپے پورے کے پورے بتاؤں - یہ صرف ڈیفنس پر خرچ ہو رہا ہے - اور ٹھیک خرچ ہو رہا ہے - اس سے جس خطہ زمین پر آپ رہ رہے ہیں اس کا دفاع ہوگا اس سے آپ بچ نہیں سکتے - یہ خرچ آپ کو کرنا پڑے گا - اس کے علاوہ میں آپ کو بتلاؤں کہ ملک کے جو سارے ریسورسنز ہیں وہ بھی آپ کے علم میں ہیں - میں نے اپنی بجٹ والی تقریر میں کہا تھا خدا وند تعالیٰ کی مہربانی سمجھ لیجئے یا اتفاق - بہر حال کچھ حالات جو کہ بین الاقوامی حالات ہیں ان پر ہمارا کنٹرول نہیں ہے - بعض چیزیں ایسی ہو جاتی ہیں - جس پر ہمارا کنٹرول نہیں اور ہمیں ایک حقیت کا سامنا کرنا پڑ جاتا ہے - وہاں یہ ریسیشن آ جاتا ہے - انفلیشن ہو جاتا ہے - تو ہم

متاثر ہوتے ہیں - جب بڑے ملکوں میں - صنعتی طور پر ترقی یافتہ ملکوں میں انفلیشن ہو جب وہاں پر کوئی معاشی بحران آتا ہے تو ہم لازمی طور پر اس سے متاثر ہوتے ہیں - تو حالات کے کچھ ٹھیک ہونے سے پچھلے سال کے بجٹ میں ہمارے پاس ۲۵ فیصدی اپنی رقم تھی اور ۷۵ فیصدی باہر سے لینی تھی غیر ممالک سے جس پر بڑا ہی اعتراض کیا گیا - بہت نکتہ چینی کی گئی کہ جناب باروانگ پر ڈیپنڈ کیا گیا - اب جناب باروانگ پر ڈیپنڈ نہ کریں تو سترہ سو کروڑ روپے کا جو ترقیاتی پروگرام ہے وہ کیسے چلے - اب یہ میں عرض نہیں کرنا چاہتا کہ آپ کے کتنے کار خانے لگ رہے ہیں - اور کتنے اہم صنعتی شعبے میں - کتنے اہم پراجیکٹ پر یہ اخراجات کیے جا رہے ہیں - آپ کی سٹیل مل بنی ہے ۱۴۰۰ کروڑ روپیہ اس پر خرچ ہونا ہے - اس سال کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ پیک ایئر ہے - اس سال زیادہ خرچہ ہے اور اگلے سال بھی - اس سال ۳۳۶ کروڑ روپے ایگزیکٹلی ایلوکیٹ کئے گئے -

میں نے کہا کہ ۳۳۶ کروڑ روپے خرچ نہیں کر سکیں گے سٹیل مل پر شاید ان سے ہو نہ ہو کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ جس وقت یہ بحث ہو رہی تھی - وہ مانگ رہے تھے تو میں کہہ رہا تھا کہ ۳۳۶ کروڑ روپے آپ خرچ نہیں کر سکیں گے - یہ بڑی رقم ہے - لیکن یہ رقم آپ کو ان کے لیے ایلوکیٹ کرنی پڑتی ہے - کیونکہ یہ ہمارا ایک بہت ہی اہم پراجیکٹ ہے - اور وہ ۳۳۶ کروڑ روپیہ خرچ کرسکتے ہیں اسی طرح میر پور متھیلو کی فیکٹری کے لیے دوسو کروڑ روپیہ تیسری فیکٹری دو سو کروڑ روپیہ - ڈیڑھ سو کروڑ روپیہ - تین سو کروڑ روپیہ - تو یہ صورت حال ہے اب جناب سترہ سو کروڑ روپے کا جو سالانہ ترقیاتی پروگرام ہے اس سے بھی صوبوں کو دیا گیا ہے - اس مرتبہ اس سال ۳۵۰ کروڑ روپیہ صوبوں کو دے دیا گیا اے - ڈی - پی کے لیے اس رقم سے اور میں عرض کر رہا تھا کہ ۳۰۰ کروڑ روپے آبادی کی بنیاد پر اور باقی پچاس کروڑ میں سے پچاس فیصد یعنی ساڑھے سترہ کروڑ روپے مزید سرحد اور بلوچستان دونوں کو ملیں گے - وہ بھی اگر حالات ٹھیک رہے - کاٹن کا نقصان بھی ہو چکا ہے - آپ جانتے ہیں کہ کپاس کا بڑا نقصان ہو چکا ہے - اور اس کی برآمدی ڈیوٹی میں میں نہیں جانا چاہتا کیونکہ خواجہ نے بار بار اس بات کا ذکر کیا کہ اس سال ہمیں کتنی برآمدی ڈیوٹی ملی - لیکن اس کے باوجود میں سمجھتا ہوں کہ صوبوں کو معقول پیسے ملیں گے دوسرے ہیڈز سے جو اکٹھے ہوں گے - انکم ٹیکس سے اکٹھے ہوں گے - وہاں سے ملیں گے - اور ۷۵ فیصدی آپ نے باہر سے لینا ہے اور جب آپ باہر سے لیتے ہیں تو بعضے بعضے ایسے بھی قرضے ہیں جو کہ میچیور ہو چکے ہیں - جن کا انٹریسٹ ہے - آپ کو سود دینا

پڑتا ہے - یہ بھی آپ کو ہر سال واپس کرنا پڑتا ہے - ورنہ آپ کی کریڈیبلٹی ختم ہو جاتی ہے - جو بین‌اقوامی مالیاتی ادارے ہیں - جو امداد دینے والے ممالک ہیں سرمایہ دار ممالک - ترقیافتہ ممالک جو ہمیں امداد دے رہے ہیں ان کو ظاہر ہے قرضہ واپس کرنا پڑتا ہے - ورنہ وہ امداد دینا بند کر دیں گے - قرضہ دینا بند کردیں گے - تو وہ بھی فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے - اور آج تک ابھی تک سبسڈی فیڈرل گورنمنٹ دے رہی ہے - ٹیوب ویل پر سبسڈی دے رہی ہے - فرٹیلائزر پر سبسڈی دے رہی ہے پیسٹی سائیڈ پر سبسڈی ہے - گندم پر سبسڈی ہے - آج تک - ابھی تک موجود ہے - یہ تمام کی تمام فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری ہے - یہ صوبوں کی ذمہ داری نہیں ہے - فیڈرل گورنمنٹ دیتی ہے - اور میں عرض کروں کہ آپ گیس نکالنے کی کوششیں کرتے ہیں - آپ بجلی مہیا کرنے کی کوششیں کرتے ہیں - ایکسپلوریشن کا کام جاری ہے - وہ بھی سارا کرنا ہے اور آپ کو پتہ ہے کہ اٹھائیس کروڑ روپیہ پچھلے بجٹ میں اور ۴۲ کروڑ اس سال کے بجٹ میں ایلوکیٹ کیا گیا تھا - آئیل اینڈ گیس ڈیویلپمنٹ کارپوریشن کو تاکہ وہ ایکسپلوریشن کا کام کرے اور خدا تعالیٰ نے اس میں کامیابی بھی دی ہے - ہو سکتا تھا کہ وہ ضائع ہو جاتا پہلے ضائع ہوتا رہا ہے - نہیں نکلتا رہا - جتنے ویلز نکلتے ہیں بعض دفعہ بالکل خشک نکلتے ہیں - اور یہ جوا ہوتا ہے پیسہ بالکل غرق ہو جاتا ہے اور آپ کو اس کا معاوضہ نہیں ملتا - لیکن اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے اور اس کا کرم شامل حال رہے تو اس سے فائدہ بھی ہو جاتا ہے لیکن یہ چیزیں بھی ساتھ ہیں -

آپ نے جگہ جگہ پر ترقیاتی کام شروع کر رکھے ہیں - انٹرنیشنل ہائی ویز آپ نے خود ہی مانا ہے - اگر میں گنوانا شروع کروں تو فیڈرل گورنمنٹ کی بے پناہ ذمہ داریاں ہیں - اور میں سمجھتا ہوں کہ ہماری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ہمارا کوئی بھی ترقیاتی پروگرام فیڈرل گورنمنٹ کا ہو صوبائی گورنمنٹ کا کسی جگہ پر کھڑا نہیں ہوتا - اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہم عین شیڈول کے مطابق ترقیاتی منصوبوں کو آگے لے جاتے ہیں - اور خواجہ صاحب یہ زیادتی ہے جب یہ کہا جاتا ہے کہ جناب صوبوں سے انصاف نہیں کیا جاتا ہے - یہ چیزیں جو بن رہی ہیں ، ٹھیک ہے فیڈرل گورنمنٹ ان کو کنٹرول کرتی ہے یہ ساری چیزیں صوبوں میں بن رہی ہیں - یہ اسلام‌آباد میں نہیں بن رہیں کیونکہ اسلام‌آباد فیڈرل ایریا ہے - یہ چیزیں جو بن رہی ہیں یہ صوبوں میں بن رہی ہیں وہ بھی ملک کا حصہ ہیں لہذا فیڈرل گورنمنٹ اگر خرچ کرتی ہے تو وہ بھی اس ملک میں خرچ کرتی ہے باہر لیجا

کر نہیں کرتی - اور بعض اوقات صوبے بذات خود یہ چاہتے ہیں کہ فیڈرل گورنمنٹ کی کوئی ایجنسی ان کے کسی خاص پروجیکٹ کو ہینڈل کرے -

یہ اسلام آباد میں نہیں بن رہے ، اسلام آباد فیڈرل ایریا ہے - یہ چیزیں تو صوبوں میں بن رہی ہے لہذا یہ فیڈرل گورنمنٹ کا حصہ ہے یہ ملک کا حصہ ہے - یہ ملک میں ہی خرچ ہورہی ہے - باہر جاکر خرچ نہیں کی جا رہی - صوبے بذات خود یہ چاہتے ہیں کہ فیڈرل ایجنسی کسی خاص پروجیکٹ کو ہینڈل کرے یہ فیصلے میٹنگ میں ہوتے ہیں یہ آربٹریریلی فیصلے نہیں کرتے - فیڈرل گورنمنٹ کیبنیٹ میں بیٹھ کر فیصلہ کرتی ہے وہاں پر تمام صوبوں کے چیف منسٹر صاحبان ہوتے ہیں دوسرے نمائندے ہوتے ہیں - افسران ہوتے ہیں - یہ فیصلے ایسے ہی نہیں ہو جاتے اس کےعلاوہ پراونشل کوآرڈینیشن کمیٹی بھی ہے وہاں بھی صوبوں کے نمائندے ہوتے ہیں اس قسم کی کوئی بات نہیں ہے کہ کسی کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے -

انہوں نے مختلف گورنمنٹ کا بھی تذکرہ کیا ہے اس کے لیے تو آئین کے تحت فارمولا طے کرنا پڑے گا - آج سے پچاس سال کے بعد کے آئین میں اس فارمولے کے نتائج کا اثر پڑے گا - کہ صوبے کو کیا ملتا ہے اگر ۷۰ فیصد انکریز ہو اور اگر آپ چھ فیصد کہتے ہیں جو ریونیو میں زیادتی ہوگی - اس کو نکال دی جائے - اس فارمولے کے تحت فیڈرل حکومت روک سکتی ہے میرا خیال ہے کہ خواجہ صاحب کو غالباً تسلی ہوگئی ہوگی - اب ایکسائز ڈیوٹی بھی اس میں شامل ہے - ڈیولپمنٹ پروجیکٹ میں ۷۵ فیصد بارو کرنا پڑتا ہے - فیڈرل گورنمنٹ کی ذمہ داری بھی آجاتی ہے - اگر یہ تمام چیزیں فیڈرل گورنمنٹ دے دے تو فیڈرل گورنمنٹ کیسے چلے گی - یہ مناسب طریقے سے خرچ کیا جا رہا ہے - ایسی کوئی بات نہیں -

جناب چیرمین : مولانا صاحب کی تسلی ہوگئی ہوگی خواجہ صاحب کی تو خیر -

This wns a motion under rule 187 so it has been talked out. Is there any time left now ?

Khawaja Mohammad Safdar : No, Sir.

Mr. Chairman : That means we cannot take up any other motion. So, we meet on Monday in the evening ?

Rao Abdus Sattar : Yes in the evening, Sir.

Mr. Chairman : What time will you suggest ?

Rao Abdus Sattar : 4.00 pm, Sir.

Mr. Chairman : All right. The House stands adjourned to meet again on Monday at 4.00 pm.

The Senate then adjourned to meet at four of the clock in the evening on Monday, December 27, 1976.